

پاکستان حکمرانوں و اشرافیہ کی جاگیر

موجودہ شہباز حکومت نے گزشتہ سال اپریل 2022 میں عنان حکومت سنبھالی اور ہر آنے والی حکومت کی طرح گزشتہ (یعنی نیازی) حکومت پر ہی سارا ملہ ڈالتی رہی اور اس واویلا کی آڑ میں بڑی دیدہ دلیری سے ہر عوام دشمن فیصلہ کرتی رہی، جن میں لگ بھگ 77 بل اسمبلی میں پیش کرنا اور انہیں پاس کرنا بھی شامل ہے۔ ان ہی میں ایک آرمی ایکٹ میں ترمیم کا بل بھی ہے، جسے سینیٹ نے منظور کر لیا ہے۔ اس بل کے تحت فوج کو بدنام کرنے یا اس کے خلاف نفرت انگیزی پھیلانے پر 2 سال قید اور جرمانہ ہوگا، سرکاری حیثیت میں پاکستان کی سلامتی اور مفاد میں حاصل معلومات کا غیر مجاز انکشاف کرنے والے شخص کو 5 سال تک سخت قید کی سزا دی جائے گی، آرمی چیف یا بااختیار افسر کی اجازت سے معلومات ظاہر کرنے والے شخص کو سزا نہیں ہوگی بل کے تحت کوئی بھی فوجی اہلکار ریٹائرمنٹ استعفیٰ اور برطرفی کے 2 سال بعد تک سیاسی سرگرمی میں حصہ نہیں لے گا، حساس ڈیوٹی پر تعینات افسر 5 سال تک سیاسی سرگرمی میں حصہ نہیں لے سکے گا، شق 176C میں ترمیم کے مطابق اب آرمی چیف، اپنے اختیارات اور ذمہ داریاں اپنے ماتحت کسی بھی افسر کو تفویض کر سکے گا، آرمی ایکٹ میں ان ترمیم پر سوال نہیں اٹھایا جاسکے گا اس بل کے تحت موجودہ قانون پاکستان آرمی ایکٹ 1952 میں مجموعی طور پر 18 ترمیم تجویز کی گئیں، جبکہ آرمی ایکٹ کی شق 176 میں ترمیم کے مطابق کسی بھی آرمی افسر بشمول آرمی چیف اور چیئر مین جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی کے عہدے پر تعیناتی، دوبارہ تعیناتی اور توسیع کے الفاظ کے ساتھ ریٹائرمنٹ یعنی عہدے پر برقرار رکھنے کا لفظ بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ تحریک انصاف نے بل کی حمایت کی، جبکہ بل کی منظوری کے طریقہ کار پر رہنما پیپلز پارٹی و پیپلز رضاز بانی اور جماعت اسلامی کے سینیٹر مشتاق احمد نے اعتراض کیا۔ رضاز بانی کا کہنا تھا کہ آج پارلیمان کی تاریخ کا سیاہ دن ہے، ہمیں اندھی قانون سازی منظور نہیں اس موقع پر سینیٹر رضاز بانی اور طاہر بزمجو نے سینیٹ سے علاقہ واک آؤٹ بھی کیا، سینیٹر مشتاق احمد نے کہا کہ جلد بازی میں اس طرح قانون سازی نہیں ہونی چاہئے۔ اس بل کو پہلے کمیٹی میں بھیجا جانا چاہئے تھا۔ ایوان بالا نے کنونشن (تریمی) بل ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی اسلام آباد (تریمی) بل اور بورڈ آف انویسٹمنٹ (تریمی) بل 2023 کی بھی منظوری دے دی۔

چیئر مین سینیٹ صادق سنجرائی کی سربراہی میں سینیٹ کے ہونے والے اجلاس میں وزیر دفاع خواجہ آصف نے آرمی ایکٹ ترمیمی بل منظوری کے لئے پیش کیا، جسے ایوان نے منظور کر لیا۔ بل کے مطابق پاکستان اور افواج پاکستان کے مفاد کے خلاف انکشاف کرنے والے سے آئیٹل سیکرٹ ایکٹ اور آرمی ایکٹ کے تحت نمٹا جائے گا۔ سیاسی سرگرمی میں حصہ لینے پر پابندی کی خلاف ورزی کرنے والے کو 2 سال تک سخت سزا ہوگی۔ ماتحت شخص اگر الیکٹرانک کرائم میں ملوث ہو، جس کا مقصد پاک فوج کو بدنام کرنا ہو تو اس کے خلاف الیکٹرانک کرائم کے تحت کارروائی کی جائے گی۔ چیوٹی وی کے مطابق بل کے تحت فوج پر کنٹرول وفاقی حکومت کا ہوگا، آرمی چیف فوج کے انتظامی معاملات دیکھیں گے۔ صدر مملکت پاک فوج میں کمیشن دیں گے، مگر کسی بھی غیر ملکی شہریت رکھنے والے، دہری شہریت رکھنے والے یا 18 سال سے کم عمر شہری کو فوج میں کمیشن نہیں ملے گا۔ آرمی ایکٹ شق 18 میں ترمیم کے مطابق وفاقی حکومت ضرورت کے مطابق غیر معمولی صورت حال یا جنگ کی صورت حال میں آرمی چیف کی مشاورت سے کسی بھی فوجی افسر کو 60 سال کی عمر تک ملازمت پر برقرار رکھ سکتی ہے۔ آرمی چیف نئے ایکٹ کے مطابق قواعد و ضوابط پر عملدرآمد کی ہدایات جاری کر سکے گا، آرمی ایکٹ میں پہلی بار مفادات کے ٹکراؤ کی شق شامل کی گئی ہے جس کے تحت ریٹائرمنٹ کے بعد 5 سال تک کوئی فوجی افسر آرمی چیف یا مجاز افسر کی اجازت کے بغیر کسی ایسے ادارے کے ساتھ ملازمت یا مشاورت نہیں کرے گا، جس کا پاک فوج کی سرگرمیوں کے ساتھ مفادات کا ٹکراؤ ہو، خلاف ورزی کی سزا 21 سال تک قید، 5 لاکھ روپے تک جرمانہ ہوگی۔ آرمی ایکٹ میں ان ترمیم پر سوال نہیں اٹھایا جاسکے گا اور ان

قوانین کے کسی بھی دوسرے قوانین پر اور رابنڈنگ اثرات ہوں گے۔

مذکورہ آرمی ایکٹ ترمیمی بل کے متعلق سینیٹر رضاز بانی کا اعتراض اپنی جگہ خاصی اہمیت کا حامل تھا، مگر حکومت میں شامل انتہائی اہم جماعت پیپلز پارٹی کا حصہ ہونے کے باوجود رضاز بانی کے اعتراض کو چنداں اہمیت نہیں دی گئی اور بل من وعن منظور کر لیا گیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ موجودہ حکومت گزشتہ نیازی حکومت کی بیچی بچی مدت پوری کرنے آئی تھی اور جن دعوؤں کے ساتھ آئی تھی، ان میں سب سے اہم اور بنیادی دعویٰ معیشت کی ڈوبتی نیا کو پارلگنا تھا، معیشت کی نیا کو تو بڑھانے کے پارلگنا گیا کہ وزیراعظم شہباز شریف تک بڑے فخر سے بتاتے ہیں کہ ملک کو ڈیفالٹ ہونے سے بچالیا گیا ہے، مگر اصل سچائی یہ ہے کہ عوام کو مہنگائی کے سمندر میں مکمل طور پر ڈبو دیا گیا ہے۔ اگر موجودہ حکومت کی کارکردگی کا غیر جانب دارانہ تجزیہ کیا جائے تو یہ شرمناک حقیقت سامنے آتی ہے کہ موجودہ حکمرانوں نے ابتدا میں سارا زور اپنے کیسز کے خاتمے پر لگا دیا، کیونکہ اس وقت اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان وزیراعظم شہباز شریف سمیت کافی حکومتی افراد نسیب زدہ اور کرپشن کیسز کے ملزم ہیں، مگر آج ماشاء اللہ ان میں سے کسی ایک شخص پر بھی کوئی کیس نہیں ہے، یہاں تک کہ اسحاق ڈار جن کی جائیداد کرپشن اور لوٹ مار کے باعث نیلام ہونے جارہی تھی، وہ خصوصی طیارے پر بیٹھ کر آئے اور نہایت عزت و احترام سے وہی وزارت خزانہ کا قلمدان سنبھالا، جس میں ان پر لوٹ کھسوٹ کے کیسز تھے۔ یہ تو ہوا سو ہوا، دنیائے سیاست میں ایک نہایت حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ عزت مآب محترم جناب اسحاق ڈار نے، جب سے انہیں وزارت خزانہ سے بے دخل کیا گیا تھا، اس 4 سالہ پورے عرصے کی کروڑوں روپے تنخواہ بھی تمام مراعات سمیت وصول کی، مگر اقتدار میں شریک اور اسمبلی و سینیٹ میں بیٹھے کسی ایک بھی رکن نے اتنی بڑی دھاندلی کے خلاف ایک لفظ تک نہیں بولا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس ملک کی دولت، وسائل، مراعات پر حکمرانوں اور اشرافیہ کا پیدا کئی حق ہے، کیوں کہ یہ ملک ان کے باپ کی جاگیر ہے!

شہانہ اخراجات جاری، ہر شہری ڈھائی لاکھ روپے کا مقروض

روزنامہ "دنیا" اسلام آباد میں ماہ جولائی 2023 کے آخر میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق قومی اسمبلی سیکرٹریٹ نے نئے مالی سال 2023-24 کے پہلے ماہ میں ہی ملازمین کو 15 کروڑ 5 لاکھ روپے کی اعزازی تنخواہیں دے دیں، جبکہ ایک ماہ میں ایک کروڑ 66 لاکھ روپے کھانے کی مد میں خرچ کئے گئے۔ قومی اسمبلی سیکرٹریٹ نے رواں مالی سال کے پہلے ایک ماہ میں 43 کروڑ 42 لاکھ 72 ہزار روپے کے مجموعی اخراجات کئے ہیں۔ پیٹرولیم مصنوعات کی مد میں 46 لاکھ 88 ہزار روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ ملازمین کو ٹیلیفون اور الیکٹریسیٹی الاؤنس کی مد میں 3 کروڑ 23 لاکھ روپے، سیشن الاؤنس کی مد میں 5 کروڑ، 96 لاکھ روپے اور آپریشن پارلیمنٹ ہاؤس الاؤنس کی مد میں 3 کروڑ 29 لاکھ روپے فراہم کئے گئے۔ یعنی 43 کروڑ روپے کے مجموعی اخراجات کئے گئے۔ یہ اس ملک کے قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کے صرف ایک ماہ کے اخراجات کی تفصیل ہے، جس کا بال بال قرض میں جھڑا ہوا ہے۔ جس کا بچہ بچہ آئی ایم ایف (بین الاقوامی مالیاتی فنڈ) کا مقروض ہے۔ قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کے صرف ایک ماہ کے اخراجات کی متذکرہ تفصیل سن کر ہر باشعور اور محب وطن پاکستانی کے ذہن میں یہ سوال گونج رہا ہے کہ جن ارکان قومی اسمبلی پر صرف ایک ماہ میں 43 کروڑ روپے خرچ کیا جاتا ہے، وہ آخر اس ملک و قوم کے لئے کرتے کیا ہیں؟ کیا اتنی بڑی حکومت میں ایک بھی ایسا درودل رکھنے والا شخص موجود نہیں ہے، جو لوٹ کھسوٹ کے اس گورکھ دھندے کو بند کر سکے؟ پھر تو یہ الزامی بر حقیقت ہے کہ

جب معاملہ قومی مفاد کا ہو تو حزب اقتدار اور حزب اختلاف ایک دوسرے کی ساری خطائیں معاف کر کے آج کل کے معروف محاورے کے مطابق ایک صفحے پر آجاتی ہیں اور عموماً یہ صفحہ "چیک بک" کا ہوتا ہے، جیسے قومی اسمبلی میں اراکین کے مفادات و مراعات، سفری اور میڈیکل کے چیک وغیرہ سب مشترکہ ہیں تو کسی بھی جانب سے کوئی آواز بلند نہیں کی جاتی۔ جیسے ٹیلی ویژن پر ایک اشتہار آیا کرتا تھا، جس میں ایک بچہ کہتا ہے کہ کھاؤں گا نہیں تو بڑا کیسے ہوں گا؟ تو ہمارے منتخب ارکان مراعات اور اعزازیے کھائیں گے، تب ہی تو بڑے ہوں گے اور تب ہی تو ملک و قوم کے لئے بڑے بڑے کام کریں گے

سوال تو بنتا ہے کہ جب قومی خزانہ خالی تھا تو پھر آخر اس کے یہ کون سے منہ ہیں، جو گھلے تو ان سے اتنا کچھ نکل آیا؟ بات یہ ہے کہ قومی خزانے کے اپنے کچھ اسٹاک ہیں۔ یہ ہر ایک کو منہ نہیں لگا تاہم عوام کے لئے تو یہ اپنے منہ بند ہی رکھتا ہے، ہاں خواص چونکہ اس کے منہ بولے بھائی، بیٹے ہیں، لہذا ان کا منہ موتوں سے بھر دینے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ لفظ قومی سے یہ دھوکا ہوتا ہے کہ قومی خزانہ قوم کا ہے۔ آج قوم کی یہ غلط فہمی ذور کئے دیتے ہیں۔ قومی دراصل خزانے کا تخلص ہے۔ یوں تو شاعر حضرات تخلص نام کے بعد لگاتے ہیں، لیکن چونکہ سب خزانے کے پیچھے لگے ہیں، اس لئے اس نے تخلص کو اپنے آگے لگا لیا ہے۔

اسی طرح جولائی 2023 کے پہلے ہفتے کی ہی ایک اور اسٹیٹ بینک کی رپورٹ کے مطابق ملک پر قرضوں کا ریکارڈ بوجھ جمع ہو چکا ہے۔ اسٹیٹ بینک کے مطابق 31 مئی 2023 تک مجموعی ملکی قرضہ 58 ہزار 692 ارب روپے ہو گیا ہے، جو گزشتہ سال کے مجموعی قرضوں سے 32 فیصد زیادہ ہے۔ 2022 میں مجموعی قرضوں کا بوجھ 44 ہزار 641 ارب روپے تھا۔ رپورٹ کے مطابق مئی 2022 سے مئی 2023 تک 14 ہزار 321 ارب روپے کے قرضے لئے گئے۔ مئی 2023 میں حکومت نے 363 ارب روپے قرض حاصل کیا، جس سے ملک پر مجموعی قرضے 58 ہزار 692 ارب روپے ہو گئے۔ اعداد و شمار کے مطابق ملک پر 37 ہزار 54 ارب روپے علاقائی، جبکہ 21 ہزار 908 ارب روپے کا بیرونی قرض ہے حکومت کے اندرونی قرضوں میں ایک سال کے دوران 27 فیصد اضافہ ہوا، جو 2900 ارب سے بڑھ کر 3700 ارب ہو گیا۔ رپورٹ کے مطابق وفاقی حکومت کے بیرونی قرضوں میں 40.5 فیصد اضافہ ہوا، جو 15 ہزار 500 ارب سے بڑھ کر 22 ہزار ارب ہو گیا۔ موجودہ حکومت نے ہر روز 39 ارب روپے کا قرض لیا، جس سے ملک کا ہر شہری 2 لاکھ 50 ہزار روپے سے زیادہ کا مقروض ہو گیا۔

لٹے پٹے غریب ملک کا نو حہ

پاکستان کے عوام کی یادداشت اتنی بھی کم زور نہیں کہ وہ یہ بات بھول چکے ہوں کہ موجودہ پی ڈی ایم حکومت نیازی دور حکومت میں تقریباً روزانہ ہی مہنگائی کے خلاف روناروتی رہتی اور طرز کے تیر برس ایسا کرتی تھی، یہاں تک کہ ان جماعتوں نے مل کر مہنگائی کے خلاف باقاعدہ ملک گیر "مہنگائی مکاؤ مارچ" بھی نکالا تھا۔ حالات نے کروٹ لی، نیازی حکومت رخصت ہوئی اور انتہائی تجربہ کار لوگوں پر مشتمل "پڈم" نے نئے نئے نئے حکومت سنبھالی، مگر جیرت انگیز طور پر مہنگائی میں رتی بھر بھی کمی نہ ہوئی، تاہم حکومت کے ہوش راخراجات اور عیاشیوں کی خبریں متواتر سامنے آتی رہیں۔ البتہ سیاسی بیان کے طور پر وزیراعظم شہباز شریف زبانی کلامی ضرور کا بیٹا اور سرکاری افسران کے اخراجات میں کمی کرنے کے دعوے کرتے رہے۔

وزیراعظم کے ان دعوؤں کی قلمی اس وقت عمل طور پر کھل گئی، جب پنجاب حکومت کی جانب سے پنجاب بھر کے ڈپٹی کمشنرز کو مئی 2023 ماڈل کی فارچونرز گاڑیاں دی گئیں۔ ذرائع کے مطابق اس ایک گاڑی کی قیمت تقریباً 13 کروڑ روپے تک ہے۔ پاکستانی عوام بجا طور پر حکومت سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا آئی ایم ایف سے ڈیل کا مقصد اپنے لئے مراعات حاصل کرنا اور فقط اپنی عیاشیوں کا تسلسل برقرار رکھنا ہے؟ ایک طرف یہ رونا کہ نملک و بھلائی کے قریب ہے تو دوسری طرف یہ فریاد کہ آئی ایم ایف سے قرضہ نہیں مل رہا، الیکشن کروانے کے پیسے نہیں، ان جھوٹی باتوں کی آڑ لے کر مہنگائی کی بجلی میں پستے ہوئے عوام پر ٹیکسوں کی بھرمار کر دی گئی۔ بجلی، گیس، آنا عوام کی پہنچ سے دور کر دیئے گئے، لیکن ماشاء اللہ اشرافیہ کی عیاشیوں، کرپشن، لوٹ مار کے لئے سب کچھ میسر ہے۔

یہ باتیں عام آدمی کے ذہن میں اس لئے آ رہی ہیں کہ ڈپٹی کمشنرز کو دی جانے والی مذکورہ گاڑیوں میں سے ہر گاڑی کی قیمت تقریباً 13 کروڑ روپے ہے۔ 13 کروڑ بنانے کیلئے ایک عام پاکستانی کو 13 بار پیدا ہونا پڑے گا۔ جب کہ 13 کروڑ میں 3611 بچوں کی سال بھر کی اسکول فیس جمع کروائی جاسکتی ہے۔ 13 کروڑ میں 5,200 ریڑھی والوں کو روزگار دیا جاسکتا ہے۔ 13 کروڑ میں 26 ایسے اسکول بن سکتے ہیں، جن میں ہزاروں بچے تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ 13 کروڑ میں 26 پسنریاں بن سکتی ہیں، جن میں سینکڑوں مریضوں کو دوا مل سکتی ہے۔ 13 کروڑ میں کم از کم 70 گھر بن سکتے ہیں، جن میں رہ کر بیوائیں اور یتیم اپنی زندگی بھر کا خواب حقیقت کر سکتے ہیں۔ جن لوگوں کی دن بھر کی کل کمائی 500 روپے ہوتی ہے، ان 13 کروڑ سے ان کی زندگی تبدیل کی جاسکتی ہے، لیکن یہ 13 کروڑ ایک ایسے "سرکاری خچر" پر لگائے

جاتے ہیں، جو عوام کے کسی کام نہیں آتا۔ یہ جملہ معترضہ نہیں، بلکہ مبنی بر حقیقت ایک تلخ سوال ہے کہ ملک بھر میں پھیلے ڈپٹی کمشنرز آخر کرتے کیا ہیں؟ کیا جس مقصد اور کام کے لئے انہیں یہ عہدہ دیا گیا ہے، وہ اپنا فرض بہ خوبی نبھاتا ہے؟ ملک بھر میں روزانہ کی بنیاد پر کسی عفریت کی طرح پھیلنے اور بڑھنے والی مہنگائی پر تو کمشنر اور ان کے ڈپٹی کمشنرز قابو نہیں پاسکتے تو ان سے مزید کیا کسی ایسے کام کی امید رکھی جاسکتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ دراصل ایک لئے پٹے غریب ملک کا نو حہ ہے، جو حکمران اور اشرافیہ لکھ رہے ہیں۔

الیکشن ایکٹ میں مجوزہ ترامیم

موجودہ 13 جماعتی اتحاد پر مشتمل پی ڈی ایم (پڈم) حکومت نے حکومتی ایوانوں سے رخصتی سے قبل الیکشن ایکٹ میں کافی ساری ترامیم کی ہیں، جن کے مطابق نگران حکومت کو اضافی اختیارات حاصل ہوں گے اور ملکی معیشت کے لئے ضروری فیصلوں کا اختیار ہوگا۔ ان ترامیم کی چیدہ چیدہ تفصیلات درج ذیل ہیں:

- 1- نگران حکومت بین الاقوامی اداروں اور غیر ملکی معاہدوں کی مجاز ہوگی۔
- 2- پریزائیڈنگ افسر نتیجے کو فوری الیکشن کمیشن اور ریٹرننگ افسر کو بھیجے گا پابند ہوگا۔
- 3- پریزائیڈنگ افسر حتمی نتیجے کی تصویر بنا کر آرا اور الیکشن کمیشن کو بھیجے گا۔
- 4- انٹرنیٹ کی سہولت نہ ہونے پر پریزائیڈنگ افسر اصل نتیجہ خود پہنچانے کا پابند ہوگا۔
- 5- پریزائیڈنگ افسر الیکشن کی رات 2 بجے تک نتائج دینے کا پابند ہوگا۔ نتائج کی تاخیر کی صورت میں ٹھوس وجہ بتائے گا۔
- 6- پریزائیڈنگ افسر کے پاس الیکشن نتائج کیلئے اگلے دن صبح 10 بجے کی ڈیڈ لائن ہوگی۔
- 7- الیکشن کمیشن پولنگ سے ایک روز قبل شکایات نمٹانے کا پابند ہوگا۔
- 8- پولنگ ڈے سے 5 روز قبل پولنگ اسٹیشن تبدیل نہیں کیا جاسکے گا۔
- 9- انتخابی اخراجات کیلئے امیدوار اپنا کوئی بھی بینک اکاؤنٹ استعمال کر سکتے گا۔
- 10- حلقہ بندی یا رجسٹرڈ ووٹرز کی مساوی تعداد کی بنیاد پر کی جائیں گی۔
- 11- حلقہ بندیوں کا عمل انتخابی شیڈول کے اعلان سے 4 ماہ قبل مکمل ہوگا۔
- 12- کاغذات نامزدگی مسترد یا واپس لینے پر امیدوار کو فیس واپس کی جائے گی۔
- 13- حلقوں میں ووٹرز کی تعداد میں فرق 5 فیصد سے زیادہ نہیں ہوگا۔
- 14- پولنگ عملہ انتخابات کے دوران اپنی تحصیل میں ڈیوٹی نہیں دے گا۔
- 15- پولنگ اسٹیشن میں کیمروں کی تنصیب میں ووٹ کی رازداری یقینی بنائی جائے گی۔
- 16- امیدوار ٹھوس وجوہ پر پولنگ اسٹیشن کے قیام پر اعتراض کر سکتے گا۔
- 17- حتمی نتائج کے 3 روز میں مخصوص نشستوں کی حتمی ترجیحی فہرست فراہم کرنا ہوگی۔
- 18- غفلت پر پریزائیڈنگ اور ریٹرننگ افسر کے خلاف فوجداری کارروائی کی جائے گی۔
- 19- ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کا فیصلہ 15 بجے 7 روز میں کیا جائیگا۔
- 20- پولنگ عملے کی حتمی فہرست الیکشن کمیشن کی ویب سائٹ پر اپ لوڈ کی جائے گی۔
- 21- سیکورٹی اہلکار پولنگ اسٹیشن کے باہر ڈیوٹی دیں گے۔
- 22- سیکورٹی اہلکار ہنگامی صورتحال میں پریزائیڈنگ افسر کی اجازت سے پولنگ اسٹیشن کے اندر آسکے گا۔
- 23- الیکشن کمیشن آرا کو ماتحت حلقے کی ووٹرز لسٹ پولنگ سے 30 روز قبل فراہم کرنے کا پابند ہوگا۔
- 24- معذور افراد کو ووٹ کی سہولیات پر پریزائیڈنگ افسر دینے کا پابند ہوگا۔
- 25- الیکشن ٹریبونل 180 دن میں امیدوار کی جانب سے دائر پٹیشن پر فیصلہ کرینا پابند ہوگا۔
- 26- انٹرا پارٹی انتخابات نہ کرانے کی صورت میں پارٹی کو 2 لاکھ روپے جرمانہ ہوگا۔
- 27- نادرا الیکشن کمیشن کو نئے شناختی کارڈ کے ریکارڈ کی فراہمی کا پابند ہوگا۔
- 28- سینیٹ ٹیکو کریٹ سیٹ پر تعلیمی قابلیت کے علاوہ 20 سالہ تجربہ درکار ہوگا۔
- 29- قومی اسمبلی کی نشست کیلئے 40 لاکھ سے ایک کروڑ روپے تک خرچ کرنے کی اجازت ہوگی۔
- 30- صوبائی نشست کیلئے انتخابی مہم پر 20 سے 40 لاکھ روپے تک خرچ کئے جاسکتے گے۔



اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور درس گاہ یا عشرت کدہ؟

منظر عام پر آنے والے منشیات و سیکس اسکینڈل نے ساری جامعات پر سوالیہ نشان کھڑا کر دیا

جاوید الرحمن خان

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں منظر عام پر آنے والے منشیات و سیکس اسکینڈل نے نہ صرف ہر پاکستانی کی آنکھیں شرم سے جھکا دی ہیں، بلکہ والدین کا سکھ چین ختم اور راتوں کی نیندیں حرام کر دی ہیں۔ والدین بجاطور پر یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ وہ اپنی بیٹیوں کو تعلیم حاصل کرنے درس گاہوں میں بھیج رہے ہیں یا جنسی درندوں کی خواہشات پوری کرنے کے لئے عشرت کدوں میں؟ اس سارے واقعے میں سب سے اہم کردار جامعہ کے وائس چانسلر انجینئر پروفیسر ڈاکٹر اطہر محبوب کا ہے، جن کی ناک کے نیچے قوم کی بیٹیوں کے ساتھ گھناؤنا تکمیل کھیلا جاتا رہا اور ادارے کا سربراہ ہونے کے باوجود انہوں نے کسی قسم نوٹس لیا، نہ کوئی کارروائی کی۔ سامنے آنے والی تفصیلات کی روشنی میں اس سارے واقعے کی ذمہ داری وائس چانسلر پر عائد ہوتی ہے، بالفاظ دیگر اس گھناؤنے جرم کے مرکزی ملزم وائس چانسلر ہیں، مگر انتہائی افسوس ناک، بلکہ شرم ناک بات یہ ہے کہ وائس چانسلر پر ہاتھ ہی نہیں ڈالا گیا۔ دوسرا بڑا ملزم فوج کا ریٹائرڈ میجر اعجاز حسین شاہ ہے، جس کا عہدہ چیف سیکورٹی آفیسر یعنی ادارے کے تحفظ کا

تھا، مگر اسی نے جامعہ میں زیر تعلیم لڑکیوں کو چال میں پھنسا یا اور پھر انہیں بلیک میل کر کے غلط کاری پر مجبور کیا۔ یہ اس شخص کے لئے بھی ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ فوج جیسے معتبر، معزز اور قابل احترام ادارے سے تعلق رکھنے کے باوجود اس نے انتہائی گرمی ہوئی حرکت کی اور فوج کی بھی بدنامی کا

طرز پر جامعہ عباسیہ بنائی گئی۔ 1975 میں اسی جامعہ عباسیہ کو یونیورسٹی قرار دے کر اس کا نام اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور رکھ دیا گیا۔ اس یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر ابو بکر غزنوی حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی تھے، جبکہ آخری وائس چانسلر انجینئر پروفیسر ڈاکٹر اطہر محبوب تھے، جنہوں

اسلامی یونیورسٹی بہاولپور کو عام طور پر آئی یو بی (IUB) کے مخفف سے پکارا جاتا ہے۔ شروع میں اس میں عباسیہ اور خولجہ فریڈ کیمپس بنا کر 10 شعبوں میں کام شروع کیا گیا۔ اب اس یونیورسٹی کو جدید تقاضوں کے مطابق بنانے کے لئے 1250 ایکڑ زمین حاصل پور روڈ پر بہاولپور سے 8 کلومیٹر کے فاصلے پر مختص کی گئی ہے۔ صحرا کے ٹیلوں کو سرسبز قلعوں میں بدل دیا گیا ہے۔ اسلامی یونیورسٹی بہاولپور نے جدید ترین تدریسی طریقہ کار اور قومی و بین الاقوامی پیشہ ورانہ ضروریات سے ہم آہنگ پروگراموں پر مشتمل فاصلاتی ذریعہ تعلیم کے نفاذ کا بھی آغاز کر دیا ہے۔ بین الاقوامی تعاون و اشتراک سے شروع کیا جانے والا فاصلاتی ذریعہ تعلیم ملک میں موجود اسی طرز کے دیگر پروگراموں سے یکسر مختلف اور زیادہ کارآمد ہے، کیونکہ جدید ترین انفارمیشن ٹیکنالوجی اور نصاب کی بدولت یہ پروگرام بین الاقوامی معیار کی فاصلاتی تعلیم فراہم کر رہا ہے۔ یونیورسٹی فوری طور پر تمام شعبہ جات میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر فاصلاتی تعلیمی پروگرام متعارف کرا چکی ہے۔



نے 26 جولائی 2019 کو یہ پاکیزہ اور باوقار منصب سنبھالا اور یونیورسٹی کی تاریخ کے شرم ناک اور بدترین سیکس اسکینڈل کے رونما ہونے تک اس تاریخ ساز یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے عہدے پر فائز رہے۔

باعث بنا۔ کچھ حلقوں کی جانب سے اس ریٹائرڈ میجر کو بھی کڑی تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور پنجاب کے شہر بہاولپور میں واقع ہے۔ اس یونیورسٹی کا قیام 1928 میں عمل میں آیا اور مصر کی جامعہ الازہر کی

اسلامیہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم طالبات کے ساتھ جنسی معاملات کا سلسلہ تو نہ جانے کب سے

ڈاکٹر سلیم، ڈاکٹر عمران اور ڈاکٹر طاہر بھی اس گروہ کا حصہ ہیں۔ مجموعی طور پر ہر ڈیپارٹمنٹ کے پانچ میں سے تین اساتذہ اس گروہ میں شامل ہیں۔ یہ لوگ جنسی ہراسمنٹ کے ساتھ ساتھ مالی کرپشن میں بھی ملوث ہیں۔

شراب، آکس اور چرس کا نشہ بھی کرتے ہیں۔ ایف آئی آر کے بعد اسلامیہ یونیورسٹی کے حوالے سے ایک کے بعد ایک ہوش ربا انکشافات سامنے آنے لگے اور بتایا گیا کہ چیف سیکورٹی آفیسر میجر اعجاز حسین شاہ، ایک پروفیسر اور ملازم طالبات کو ہراساں کرتے رہے، احسان جٹ نامی شخص نے ان کی وزیر طارق بشیر چیمہ کے بیٹے اور دیگر طلبا کو نشے پر لگایا، قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی نے اس معاملے پر جوڈیشل کمیشن کا مطالبہ کر دیا۔ آہستہ آہستہ اسلامیہ یونیورسٹی کے اسکیڈل میں ملوث تمام کرداروں کے نام اور کارنامے سامنے آنے لگے۔

یونیورسٹی اسکیڈل کے حوالے سے نگراں وزیر اعلیٰ پنجاب محسن نقوی کی زیر صدارت ایک اجلاس بھی ہوا، جس میں بریفنگ دیتے ہوئے بتایا گیا کہ یونیورسٹی کے چیف سیکورٹی آفیسر، 21 گریڈ کے ایک پروفیسر اور یونیورسٹی ملازم مل کر طالبات کو ہراساں کرتے رہے۔ مزید بتایا گیا کہ عثمان بزدار کے دور میں انسپکشن ٹیم نے وائس چانسلر کو سفارش کی تھی، طالبات نے شکایتی لیٹر بھی بھیجے، لیکن یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے شکایات پر کوئی کارروائی نہیں کی، بلکہ وہ طلبا کے والدین کو بلانے کا کہتے رہے۔ اجلاس میں نگراں وزیر اعلیٰ محسن نقوی نے سوال کیا کہ وفاقی وزیر طارق بشیر چیمہ کے بیٹے کا اس اسکیڈل میں کیا کردار ہے؟ جس پر بتایا گیا کہ طارق بشیر چیمہ نے احسان جٹ کو وزارت ہاؤسنگ میں افسر بنوایا اور اسی احسان جٹ نے وفاقی وزیر کے بیٹے کی داد چیمہ کو آکس کے نشہ میں ڈال دیا۔ احسان جٹ اور ولی داد دونوں اکٹھے پھرتے تھے، طارق چیمہ نے ڈی پی او کو احسان جٹ کے خلاف کارروائی کا کہا۔ ڈی پی او نے طارق بشیر چیمہ کے کہنے پر احسان جٹ کے خلاف کارروائی کی اور منشیات برآمد ہونے کا مقدمہ درج کر کے گرفتار کیا، لیکن پولیس نے مقدمے میں یونیورسٹی کا نام نہیں آنے دیا، اور کیس دبانے کی کوشش کی، تاہم جب احسان جٹ سے تفتیش شروع ہوئی تو معاملہ یونیورسٹی تک پھیل گیا۔ بریفنگ میں بتایا گیا کہ احسان جٹ نے

ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ یہ غیر اخلاقی سرگرمیاں یونیورسٹی کے سیکورٹی امور کے کنٹرولر میجر اعجاز حسین شاہ کی ملی جھگت سے کی جارہی ہیں۔

ایک حیران کن بات یہ ہے کہ خواجہ فرید یونیورسٹی رحیم یار خان کے اس وقت کے وائس چانسلر اطہر محبوب نے جہاں سے IUB کے خزانچی ابو بکر کو ساتھ لیا تھا، خواجہ فرید یونیورسٹی رحیم یار خان سے استعفیٰ دینے کے بعد انہیں اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں دوبارہ ملازم رکھ دیا۔ موبائل فون کے تجزیے پر انتہائی بے ہودہ تصاویر اور ڈیویڈ بھی منظر عام پر آئیں۔

اسلامیہ یونیورسٹی کے منشیات، جنسی ہراسی اور نازیبا ویڈیو اسکیڈل میں مزید پیش رفت چیف

یونیورسٹی اسکیڈل کے حوالے سے نگراں وزیر اعلیٰ پنجاب محسن نقوی کی زیر صدارت ایک اجلاس بھی ہوا، جس میں بریفنگ دیتے ہوئے بتایا گیا کہ یونیورسٹی کے چیف سیکورٹی آفیسر، 21 گریڈ کے ایک پروفیسر اور یونیورسٹی ملازم مل کر طالبات کو ہراساں کرتے رہے۔ مزید بتایا گیا کہ عثمان بزدار کے دور میں انسپکشن ٹیم نے وائس چانسلر کو نکالنے کی سفارش کی تھی، طالبات نے شکایتی لیٹر بھی بھیجے، لیکن یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے شکایات پر کوئی کارروائی نہیں کی، بلکہ وہ طلبا کے والدین کو بلانے کا کہتے رہے

کے چیف سیکورٹی آفیسر (سی ایس او) میجر اعجاز حسین شاہ کے ساتھ ایک اور کار میں دو طالبات ان کے پیچھے تھیں۔ اطلاعات کے مطابق لڑکیوں کو



ڈانس پارٹی کے لئے لے جایا جا رہا تھا۔ پوچھ گچھ سے پتہ چلا کہ پروفیسرز کا یہ گروہ معصوم لڑکیوں کا استحصال و بلیک میل کرتا ہے اور انہیں منشیات (یعنی آکس، شراب اور چرس) کے استعمال میں ملوث کرتا



پروفیسرز کے ایک گروپ کے ساتھ مل کر طلبا کے ذریعے منشیات خریدتا اور تقسیم کرتا ہے اور ڈانس سیکس پارٹیوں کا اہتمام کرتا ہے اور آج وہ ڈانس پارٹی منانے کے لئے فارم ہاؤس جا رہا تھا۔ IUB

جاری تھا، مگر حیرت انگیز طور پر یونیورسٹی کی چار دیواری سے یہ بات کبھی باہر نہیں آئی۔ تاہم مادر علمی جیسی پاکیزہ جگہ پر گھناؤنا کام کرنے والے سیاہ کاروں کو ایک دن قدرت نے بے نقاب کر ہی دیا اور اس کا ذریعہ یونیورسٹی کی حدود میں قائم تھانہ بغداد الحدید بنا۔ حقیقت یہ ہے کہ بہاولپور پولیس کی جانب سے جاری کردہ رپورٹ سے ہی شرم ناک، ہوش ربا انکشافات سامنے آئے، جب اسلامیہ یونیورسٹی کے خزانچی بنام ابو بکر کے خلاف تھانہ بغداد الحدید میں ایف آئی آر درج کی گئی۔

اس کہانی کی تفصیل پولیس کی زبانی کچھ یوں ہے کہ قابل اعتماد ذرائع سے مقامی پولیس کے علم میں آیا کہ مختلف عہدوں پر فائز پروفیسرز کا گروپ منشیات فروشی، منشیات کے استعمال، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے اندر اور باہر مختلف فارم ہاؤسز میں ڈانس اور سیکس پارٹیوں کے انعقاد میں ملوث ہے۔ وہاں کا گیگ لیڈر ابو بکر، جو IUB کا خزانچی ہے، ہمیشہ اپنے ساتھ کسی نہ کسی قسم کی منشیات لے کر جاتا ہے اور یونیورسٹی کے استحصال زدہ دانش اور غیر ارادی طلباء اور اساتذہ کے ساتھ شراب پینے، منشیات سونگھنے کی پارٹیاں منعقد کرتا ہے۔ جب وہ ایک طالبہ کے ساتھ کار میں جا رہا تھا کہ پولیس پارٹی نے اسے ناکہ بانڈی پوائنٹ BC/07 پر روک لیا۔ اس کے پاس سے چھ (06) گرام آکس اور تین (03) جنسی گولیاں برآمد ہوئیں۔

جس پر مورخہ 28.06.2023 کو FIR نمبر 23/1014 کے تحت 9(2)1 CNSA؟ مقدمہ تھانہ بغداد الحدید میں درج کیا گیا۔ تفتیش کے دوران ملزم نے انکشاف کیا کہ وہ دیگر

یونیورسٹی میں طلبہ اور طالبات کو نشتر کی لت لگائی، چیف سیکورٹی آفیسر میجر اعجاز حسین شاہ نے ہاسٹل کے باہر ناک لگانے شروع کر دیئے، طالبات کے دیر سے آنے یا کسی لڑکے کے ساتھ آنے پر تصاویر بنائی جاتیں، اعجاز شاہ نے طالبات کو بلک میل کر کے ان سے ناجائز تعلقات بنانے، کمیٹی نے اعجاز

جسٹس واقعہ پر جوڈیشل کمیشن قائم کریں۔ اسلامیہ یونیورسٹی وڈیو اسکینڈل پر جماعت اسلامی کی جانب سے تحفظ تعلیم مارچ کا انعقاد کیا گیا، جس میں جماعت اسلامی نے یونیورسٹی گیٹ کے سامنے احتجاجی پنڈال لگایا۔ جس میں امیر جماعت اسلامی سراج الحق اور دیگر قیادت نے حکومتی اداروں سے

اسلامیہ یونیورسٹی کی ایک اور غیر اخلاقی وڈیو بھی سامنے آئی تھی۔ وڈیو میں یونیورسٹی کی بس کے ہیلپر کو چلتی بس میں طالبہ کے ساتھ غیر اخلاقی طور پر کھڑے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ بہاولپور پولیس نے اسلامیہ یونیورسٹی کے 3 افسران کو منشیات کیس میں گرفتار کیا تھا، ان افسران سے کرسٹل آئس، موبائل فونز سے یونیورسٹی میں زیر تعلیم طالبات کی نازیبا وڈیوز، تصاویر اور جنسی ادویات برآمد ہوئی تھیں۔

شاہ سے جیل میں بیان بھی لیا۔ دوسری جانب سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے تعلیم

میں بھی اسلامیہ یونیورسٹی کے منشیات اور وڈیوز اسکینڈل کا معاملہ زیر غور آیا۔ سینیٹر عرفان صدیقی نے سوال اٹھایا کہ واقعہ پر کیا ایکشن لیا گیا؟ اسلامیہ یونیورسٹی کا ماحول ایسا کیوں بنا؟ موجودہ وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی نے بریفنگ میں بتایا کہ وڈیو اسکینڈل میں ملازمین اور طلبہ کی وڈیوز ہیں، تحقیقات کیلئے کمیٹی قائم کی ہیں۔ وی سی یونیورسٹی نے بتایا کہ ایچ ای ڈی کے سامنے منشیات کا نیا کیس سامنے نہیں آیا، آئس کیس میں تین ملازمین ملوث تھے، جو جیل میں ہیں، منشیات کیس میں گریڈ 21 کا پروفیسر ملوث تھا۔ وی سی یونیورسٹی نے یہ بھی بتایا کہ ہاسٹل میں 7 ہزار 800 طلبا رہتے ہیں اور سیکورٹی افسر اعجاز حسین شاہ نے بیان دیا ہے کہ ساڑھے 5 ہزار وڈیوز ہیں، سابقہ وی سی بیرون ملک جا رہا تھا، سابقہ وی سی کا نام ای سی ایل میں ڈالنے کا کہا۔ سینیٹر عرفان صدیقی نے کہا کہ یہ صرف ایک یونیورسٹی کی کہانی نہیں ہے۔

مہرتاج روغانی نے کہا کہ سابق وی سی کو کمیٹی میں بلایا جائے۔ جام مہتاب نے کہا کہ چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کو خط لکھ رہے ہیں، چیف جسٹس واقعہ پر جوڈیشل کمیشن قائم کریں۔ اسلامیہ یونیورسٹی وڈیو اسکینڈل پر جماعت اسلامی کی جانب سے تحفظ تعلیم مارچ کا انعقاد کیا گیا، جس میں جماعت اسلامی نے یونیورسٹی گیٹ کے سامنے احتجاجی پنڈال لگایا

کسی قسم کی سنجیدہ کارروائی سامنے نہ آئی، شاید ایسی لئے وائس چانسلر ڈاکٹر اطہر محبوب کے خلاف تھانہ سٹی میں ایک شہری کی جانب سے مقدمہ کے اندراج کیلئے درخواست دی گئی۔ درخواست میں کہا

گیا کہ یونیورسٹی وائس چانسلر کی بطور سربراہ ادارہ ذمہ داری تھی کہ وہ سامنے آنے والے واقعات کو روکتے۔ شہری نے درخواست میں مزید کہا کہ اسلامیہ یونیورسٹی جیسے ایک مقدس ادارے میں اس طرح کی حرکات سے بدنامی ہوئی، لہذا وی سی ڈاکٹر اطہر محبوب کے خلاف مقدمہ درج کیا جائے۔

25 جولائی کو وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور ڈاکٹر اطہر محبوب نے اپنی ریٹائرمنٹ سے ایک روز قبل پریس کانفرنس کرتے ہوئے جامعہ سے متعلق وڈیوز کو پروپیگنڈا قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ ملازمین کو کمیٹی ٹریپ کیا گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ احتساب کیلئے خود کو ہر فورم پر پیش کرتا ہوں، اگر ایسی کوئی شکایت تھی بھی تو ہمیں بھی اعتماد میں لیا جاتا۔ جامعہ کسی بھی ملوث کردار کو کیفر کردار تک پہنچائے گی۔ حیرت انگیز طور پر وی سی کا کہنا تھا کہ

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کا معاملہ مفروضہ پر مبنی ہے، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ ساتھ ہی پولیس پر الزامات عائد کرتے ہوئے وائس چانسلر کا

مہرتاج روغانی نے کہا کہ سابق وی سی کو کمیٹی میں بلایا جائے۔ جام مہتاب نے کہا کہ چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کو خط لکھ رہے ہیں، چیف جسٹس واقعہ پر جوڈیشل کمیشن قائم کریں۔ اسلامیہ یونیورسٹی وڈیو اسکینڈل پر جماعت اسلامی کی جانب سے تحفظ تعلیم مارچ کا انعقاد کیا گیا، جس میں جماعت اسلامی نے یونیورسٹی گیٹ کے سامنے احتجاجی پنڈال لگایا

کہنا تھا کہ پولیس کی جانب سے کچھ طالبات اور اسٹاف سے پیسے لینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس موقع پر وائس چانسلر نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ شفاف ٹرائل کا حق سب کو ہے، جامعہ

کے خلاف دو ٹوٹا ٹوٹا شروع کئے گئے، ہم ثبوت اعلیٰ حکام کو پیش کریں گے، جامعہ کے 2 ملازمین کو کمیٹی ٹریپ کیا گیا۔

دوسری طرف اسلامیہ یونیورسٹی کی ایک اور غیر اخلاقی وڈیو بھی کچھ روز قبل سامنے آئی تھی۔ وڈیو میں یونیورسٹی کی بس کے ہیلپر کو چلتی بس میں طالبہ کے ساتھ غیر اخلاقی طور پر کھڑے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ بہاولپور پولیس نے اسلامیہ یونیورسٹی کے 3 افسران کو منشیات کیس میں گرفتار کیا تھا، ان افسران سے کرسٹل آئس، موبائل فونز سے یونیورسٹی میں زیر تعلیم طالبات کی نازیبا وڈیوز، تصاویر اور جنسی ادویات برآمد ہوئی تھیں۔ پولیس تھانہ بغداد الحدید نے جامعہ کے ڈائریکٹر فنانس ایوب بکر، چیف سیکورٹی افسر میجر اعجاز حسین شاہ اور ٹرانسپورٹ انچارج محمد الطاف سے

باقاعدہ منشیات (کرسٹل آئس) برآمد کر کے ملزمان کو گرفتار کیا تھا، جس کے بعد نازیبا وڈیوز بھی سامنے آئی تھیں، مگر سابق وائس چانسلر اطہر محبوب اتنے ٹھوس شواہد کے باوجود نہایت دیدہ دلیری اور ڈھٹائی سے انتہائی گھٹاؤنے معاملے کو صرف منشیات برآمدگی کا تاثر دینے کی کوشش کرتے رہے۔ اس بات میں کوئی دو رائے نہیں ہیں کہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں پیش آنے والے تمام غیر اخلاقی واقعات اور منشیات وغیرہ کے استعمال کی ساری ذمہ داری

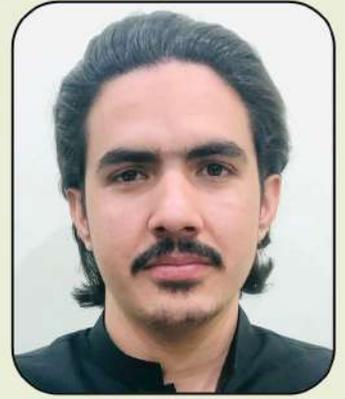
سابق وائس چانسلر ڈاکٹر اطہر محبوب پر عائد ہوتی ہے۔ وائس چانسلر جامعہ کا باپ ہوتا ہے، درس گاہ میں زیر تعلیم ہر طالب علم و طالبہ اس کے بچوں کی طرح ہوتے ہیں، ان کی عزت و ناموس کی حفاظت وائس چانسلر کی ہی بنیادی ذمہ داری ہے، جس سے اطہر محبوب نے روگردانی کر کے ناقابل معافی جرم کا ارتکاب کیا ہے، لہذا عدالت عظمیٰ اس گھٹاؤنے واقعے کا پوری سنجیدگی سے نوٹس لیتے ہوئے وائس چانسلر سمیت تمام ذمہ داروں کو کسی بھی قسم کی رو رعایت کے بغیر کیفر کردار تک پہنچائے، جب ہی پاکستان بھر کے تمام والدین کی بالعموم اور بہاولپور یونیورسٹی میں زیر تعلیم طالبات کے والدین کی بالخصوص تسلی و تشفی ہوگی اور عدلیہ کا وقار بھی بلند ہو گا۔





یوم استحصال کشمیر؛ کب تک صرف دن منائے جائیں گے؟

پاکستان کا اقوام متحدہ کی قرارداد کے مطابق مسئلہ کشمیر کے حل پر زور



ارباخ خان

بھارت کی جانب سے مقبوضہ کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کرنے کے اقدام کو 4 برس مکمل ہونے پر ملک بھر میں یوم استحصال کشمیر منایا گیا۔ اس موقع پر صدر مملکت ڈاکٹر عارف علوی، وزیر اعظم شہباز شریف، وزیر خارجہ بلاول بھٹو، چیئر مین جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی اور مسلح افواج کے سربراہان نے کشمیریوں سے اظہارِ یکجہتی کے لیے خصوصی پیغامات جاری کیے ہیں۔ صدر مملکت ڈاکٹر عارف علوی نے اپنے پیغام میں کہا کہ کشمیری بھارت کے غیر قانونی اور غاصبانہ تسلط کے خلاف لازوال قربانیاں دے رہے ہیں، پاکستان اپنے بھائیوں اور بہنوں کی آواز بننا رہے گا اور ان کے جائز حقوق کے حصول کے لیے ہر ممکن تعاون فراہم کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس بات پر یقین

ہے کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی متعلقہ قراردادوں اور کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق تنازع جوں و کشمیر کے پرامن حل کے ذریعے ہی جنوبی ایشیا میں پائیدار امن و استحکام ممکن ہے۔ خصوصی پیغام میں صدر مملکت نے کہا کہ 5 اگست 2019 کو بھارت نے غیر قانونی طور پر بھارتی زیر تسلط جموں و کشمیر میں اپنی غیر قانونی اور یکطرفہ کارروائیوں کا آغاز کیا، ان کارروائیوں کا مقصد کشمیری عوام کو بے اختیار کرنا، حق رائے دہی سے محروم کرنا اور ان کی اپنی ہی سرزمین سے بے دخل کرنا ہے۔

ڈاکٹر عارف علوی نے کہا کہ یہ اقدامات تنازع علاقے پر مستقل طور پر قبضہ کرنے اور اس کے خاص کشمیری کردار کو مٹانے کے لیے کیے گئے تھے، آج بھارت دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے کہ جموں و کشمیر اس کی سرزمین کا ایک غیر متنازع حصہ ہے، تاہم یہ بھارت ہی تھا جو جموں و کشمیر کے مسئلہ کو سلامتی کونسل میں لے کر گیا اور وہاں جموں و کشمیر کی تنازع حیثیت کو بین الاقوامی سطح پر تسلیم کیا گیا۔

انہوں نے کہا کہ ریاست کے حتی مستقبل کا فیصلہ اقوام متحدہ کے زیر سایہ آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کے ذریعے کرنے کا فیصلہ کیا گیا، کشمیری عوام کے ناقابل تیسیر عزم اور حوصلے کی

بدولت وہ دہشت زدہ کرنے اور محکوم بنانے کی ہر بھارتی کوشش کا مقابلہ کر رہے ہیں، بھارت کے تمام تر غلامانہ ہتھکنڈوں سے کشمیریوں کی آزادی کی تڑپ کو نہیں بجھا سکے۔

ان کا کہنا تھا کہ بھارت گزشتہ 75 برسوں سے مختلف ہتھکنڈوں اور سازشوں سے کشمیری عوام کے حقوق اور امنگوں کو پامال کر رہا ہے، تاہم 5 اگست 2019 سے مقبوضہ جموں و کشمیر کو ایک کھلی جیل میں بدل دیا گیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ بھارت کا کشمیری عوام کے حقوق سے مسلسل انکار ایک غلط اور غیر قانونی عمل ہے، سفارتی و دغلا پن یا بھارتی ریاستی دہشت گردی اس حقیقت کو تبدیل نہیں کر سکتی، بھارت کشمیری عوام کو ان کا جائز حق خود ارادیت دے کر سلامتی کونسل کی جانب اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔

وزیر اعظم شہباز شریف نے یوم استحصال کشمیر پر جاری اپنے پیغام میں کہا کہ آج بھارت کو مقبوضہ جموں و کشمیر کی خصوصی حیثیت کو یکطرفہ اور غیر قانونی طور پر منسوخ کرنے 4 سال گزر چکے ہیں، اس وقت سے لے کر اب تک بھارت نے کشمیری عوام کو دبانے کے لیے طاقت اور تشدد کے وحشتانہ استعمال کا سہارا لیا ہے، بھارت نے مقبوضہ جموں و کشمیر کی بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ تنازع حیثیت کو تبدیل کرنے کے لیے اقدامات کا ایک سلسلہ بھی

شروع کیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ بھارت نے کشمیریوں کے حق خود ارادیت کو کمزور کرنے کے لیے کشمیری آبادی میں تبدیلیاں لانے کی کوشش کی ہے، بھارت کے حالیہ اقدامات کشمیر کی مسلم اکثریتی آبادی کو حق رائے دہی سے محروم کرنے کے مذموم بھارتی عزائم کی نشاندہی کرتے ہیں۔

ان کا کہنا تھا کہ اس مقصد کے لیے بھارتی حکام نے انتخابی حلقوں کی منتخب حد بندی کی ہے، لاکھوں غیر کشمیریوں کو جعلی ڈومیسائل جاری کیے ہیں اور موجودہ ووٹر فہرستوں میں ردوبدل کے لیے لاکھوں عارضی رہائشیوں کو بھی شامل کیا ہے۔

وزیر اعظم نے کہا کہ یہ تمام اقدامات کشمیر کی آبادی اور سیاسی منظر نامے کو تبدیل کرنے کی سوچی سمجھی بھارتی حکمت عملی کے جزو ہیں، پاکستان ایسے تمام یکطرفہ اور غیر قانونی اقدامات کو یکسر مسترد کرتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ بھارت کی جانب سے مقبوضہ جموں و کشمیر پر وحشتانہ قبضہ نہ صرف بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہے بلکہ بنیادی انسانی حقوق کے عالمی سطح پر تسلیم شدہ اصولوں کی بھی تضحیک ہے، بھارت کشمیر میں ظلم و ستم جاری رکھے ہوئے ہے، اس مسئلے پر عالمی برادری کو مزید خاموش نہیں رہنا چاہیے۔

وزیراعظم نے کہا کہ بھارت 7 دہائیوں سے مقبوضہ جموں و کشمیر کی عوام پر قابض ہے اور اس عرصے میں فوجی محاصرے اور میڈیا بلیک آؤٹ کے 4 سال

انہوں نے کہا کہ عالمی برادری کی ذمہ داری ہے کہ بھارت پر انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں اور مقبوضہ جموں و کشمیر پر 15 اگست 2019 سے اب



تک یکطرفہ اور غیر قانونی قبضہ ختم کرنے کے لیے بھی شامل ہیں۔

انہوں نے کہا کہ ان تمام حوالے کے باوجود بھارت بہادر کشمیری عوام کو خاموش کرانے میں ناکام رہا ہے اور کشمیریوں کی آزادی کے لیے منصفانہ جدوجہد مزید تیز ہو گئی ہے اور یکے بعد دیگرے بے گناہ کشمیریوں کی 3 نسلیں آزادی کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکی ہیں۔

وزیراعظم نے کہا کہ اس کے باوجود آج بھی کشمیری عوام بھارتی قابض افواج کے بڑھتے ہوئے جبر کا مقابلہ کر رہے ہیں، پاکستان ان بہادر کشمیری مردوں اور خواتین کو سلام پیش کرتا ہے اور انہیں بھارتی تسلط سے آزادی کے کی جدوجہد میں اپنی مسلسل حمایت کا یقین دلاتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ بھارت کشمیری عوام، عالمی برادری اور اقوام متحدہ کے ساتھ اپنے وعدوں کو پورا کرنے میں ناکام رہا ہے، یہ ناکامی بھارت کے ایک ذمہ دار رکن ریاست کے طور پر موقفت کو سوالیہ نشان بناتی ہے، بھارت کا کشمیریوں کو ان کا حق خود ارادیت دینے سے انکار اس پورے خطے کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

وزیراعظم نے مزید کہا کہ پاکستان کشمیری عوام کی آزادی کی جدوجہد کے جائز اور منصفانہ مقصد کی اخلاقی، سیاسی اور سفارتی حمایت جاری رکھے گا، یہ پاکستان کا اپنے کشمیری بھائیوں اور بہنوں سے وعدہ ہے کہ ہم ان کی آواز ہر فورم پر اس وقت تک لے کر جائیں گے جب تک عالمی برادری اس مسئلہ پر ایکشن نہیں لیتی۔

یوم استحصال کشمیر پر عسکری قیادت کا کشمیریوں سے اظہار یک جہتی

یوم استحصال کشمیر پر عسکری قیادت کی جانب سے کشمیریوں کے ساتھ اظہار یک جہتی کیا گیا آئی ایس پی آر کے مطابق یوم استحصال کشمیر پر چیپٹر بین جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی، اور مسلح افواج کے سربراہان نے خصوصی پیغام میں کہا کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق کشمیریوں کو ان کا حق خود ارادیت دیا جانا چاہیے، مسلح افواج، عسکری قیادت، اور پاکستانی عوام کشمیریوں کی منصفانہ جدوجہد میں ان کے ساتھ ہیں۔

عسکری قیادت کا کہنا تھا کہ مقبوضہ کشمیر میں غیر انسانی فوجی لاک ڈاؤن کا تسلسل اور آبادی کے تناسب میں تبدیلی کے غیر قانونی اقدامات کیے جا رہے ہیں، مقبوضہ وادی میں انسانی حقوق کی سنگین اور منظم خلاف ورزیاں عالمی قوانین کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔

عسکری قیادت نے کہا کہ ہندوستانی حکومت کی جارحانہ بیان بازی اور غیر انسانی اقدامات علاقائی سلامتی کے لیے مستغل خطرہ ہیں، خطے میں پائیدار امن کے لیے تنازعہ کشمیر کا یوں قرار دیا اور کشمیری عوام کی امنگوں کے مطابق حل ناگزیر ہے۔

عسکری قیادت نے کہا کہ مسلح افواج مقبوضہ کشمیر کے شہداء کو ان کی عظیم قربانیوں پر زبردست خراج تحسین پیش کرتی ہیں، اور منصفانہ جدوجہد میں کشمیریوں کی سیاسی، اخلاقی، اور انسانی ہمدردی کی فراہمی کے لیے پاکستان کی مکمل حمایت کا اعادہ کرتی ہیں۔

تک یکطرفہ اور غیر قانونی قبضہ ختم کرنے کے لیے زور دیا جائے۔

ان کا کہنا تھا کہ جنوبی ایشیا کے لوگ امن اور استحکام کے خواہاں ہیں اور یہ بھارت اور پاکستان کے درمیان باہمی مشاورت اور بات چیت کے ذریعے ہی ممکن ہو سکتا ہے، دونوں ممالک کے مابین اس گفتگو میں جموں و کشمیر کے تنازع سمیت دیگر مسائل پر بات چیت شامل ہے۔

جنوبی ایشیا میں دیرپا امن مسئلہ کشمیر کے حل پر منحصر ہے، بلاول بھٹو وزیر خارجہ بلاول بھٹو زرداری نے عالمی برادری پر زور دیا ہے کہ وہ بھارت کی جانب سے مقبوضہ جموں

غیر قانونی اقدامات کو کالعدم قرار دینے، سخت قوانین کی منسوخی اور مسئلہ کشمیر کے حوالے سے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی متعلقہ قراردادوں پر عمل درآمد کا مطالبہ کیا۔

وزیر خارجہ نے کہا کہ مسئلہ کشمیر میں فریق کی حیثیت سے پاکستان اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں کے مطابق آزاد اور غیر جانبدارانہ استصواب رائے کو یقینی بنانے کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہے۔

انہوں نے کہا کہ کشمیری عوام کے ناقابل متنبخ حق تمام بڑوسیوں کے ساتھ اچھے تعلقات چاہتا ہے، تاہم اچھے تعلقات تنازعات سے انکار کے ذریعے نہیں بلکہ صرف تنازعات کے حل کے ذریعے حاصل کیے جا سکتے ہیں، جنوبی ایشیا میں دیرپا امن جموں و کشمیر کے تنازع کے حل پر منحصر ہے۔

یہ دن اقوام عالم کیلئے یاد دہانی ہے کہ آج بھی کشمیر کو آزادی میسر نہیں۔ کشمیر کے لالہ زار اپنی قدرتی سرخیاں کھو رہے اور شہداء کے خون سے لال ہو رہے ہیں۔ لیکن سوچنے کی بات ہے کہ برسوں سے جاری بھارت کے ظلم و بربریت کے خلاف کئی دن منانے کے باوجود کیا مثبت نتائج سامنے آئے؟ کیا کشمیری مسلمانوں کو ایک دن بھی چین کا نصیب ہو سکا؟

بھارت کا مسلمانوں اور خاص طور پر کشمیری مسلمانوں پر ظلم و ستم کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ مظلوم کشمیری ظالم کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مودی کی قیادت میں بھارت نے انتہا پسندی کا ایک نیا رخ اختیار کر لیا ہے، بھارت میں صرف مسلمان ہی نہیں، دیگر مذاہب کے پیروکار، یہاں تک کہ چٹائی ذات کے ہندو بھی ناروا سلوک کا سامنا کر رہے ہیں۔ ایسا نہیں کہ دنیا بھارت میں جاری مظالم اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے ناواقف ہو، لیکن عالمی سیاست اور مفاد پرستی کی عینک عالمی طاقتوں کو چشم پوشی پر مجبور کر رہی ہے۔



خود ارادیت کے حصول تک ہماری مضبوط اور ثابت قدم اخلاقی، سیاسی اور سفارتی حمایت جاری رہے گی۔

وزیر خارجہ نے کہا کہ پاکستان بھارت سمیت اپنے کشمیر میں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں بند کرنے کا مطالبہ کرے۔

یوم استحصال کشمیر کے موقع پر اپنے پیغام میں انہوں نے 15 اگست 2019 کے بھارت کے یکطرفہ اور

جدوجہد میں مقبوضہ کشمیر کے بہادر عوام کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کیا ہے۔ پاک فوج کے شعبہ تعلقات عامہ (آئی ایس پی آر) کی جانب سے جاری بیان کے مطابق مقبوضہ کشمیر میں مسلسل فوجی لاک ڈاؤن، آبادیاتی ڈھانچے کو تبدیل کرنے کے لیے غیر قانونی اقدامات اور انسانی حقوق کی سنگین اور منظم خلاف

ہزاروں فوجی اہلکار ہر وقت سڑکوں پر گشت کرتے ہیں اور علاقے میں کسی احتجاج یا اجتماع کی صورت میں فوری کارروائی کرتے ہیں۔ یہ عمل کیا ہے؟ نہتے کشمیریوں کو خون میں نہلایا جاتا ہے، حواریوں کی معصومیت کو پاؤں تلے روند دیا جاتا ہے، کشمیریوں کو قیدی تختیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان پر آتش فشاں کی بارش کی جاتی ہے۔ وہاں قائم کیے گئے

آواز بلند کی۔ عالمی برادری کو پکارا، کشمیریوں کی حالت زار کی طرف توجہ دلائی۔ میڈیا اور دیگر ذرائع سے بھی عالمی برادری تک کشمیریوں کے خلاف انسانیت سوز بھارتی رویے کی خبریں پہنچتی رہیں، یہاں تک کہ خود بھارت کے اندر سے اس لاک ڈاؤن کے خلاف آوازیں بلند ہوئیں لیکن دنیا کے تمام طاقت ور ممالک بھارت کے ساتھ کھڑے ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں

بھارتی وزیر اعظم مودی کی انتہا پسند ہندو تو اسوچ سے پوری دنیا واقف ہے۔ اس سوچ کے تدارک کیلئے بھارت کو بے نقاب کرنا اور زیادہ ضروری ہو گیا ہے کیونکہ یہ سوچ صرف بھارتی یا کشمیری مسلمانوں کیلئے ہی نہیں بلکہ پورے خطے کے امن و سلامتی کیلئے خطرہ بن چکی ہے۔ بھارت میں انسانیت سبک رہی ہے لیکن اقوام متحدہ اور نام نہاد سپر پاورز بھارتی مظالم سے آنکھیں پھیرے ہوئے ہیں۔



اقوام متحدہ کے فورم پر موجود مسئلہ کشمیر تا حال حل طلب ہے۔ گو کہ کشمیریوں پر ظلم و ستم گزشتہ کئی دہائیوں سے جاری ہے، لیکن آرٹیکل 370 اور 35A کے منسوخ ہونے کے بعد سے صورتحال مزید خراب ہو گئی ہے۔ 5 اگست 2019 کو کشمیریوں پر ظلم کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ آج اس سانحے کو بھی چار سال بیت چکے ہیں۔ بھارت آرٹیکل 370 اور 35A کے خاتمے کے ذریعے مقبوضہ کشمیر کے کروڑوں مسلمانوں کی شناخت ختم کر کے اس کو ہندوستان کا حصہ بنانا چاہتا تھا۔ بھارت نے اپنے مظالم ڈھانے کیلئے کر فیو نافذ کیا اور لاک ڈاؤن کرتے ہوئے کشمیری بچوں، بزرگوں، خواتین اور نوجوانوں کا استحصال کیا۔

عقوبت خانے مظالم کو شر مارے ہیں، جانداروں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے، ان کے ہاتھ ہتھوروں سے توڑے جاتے ہیں، ناخن نکالے جاتے ہیں، اور ان کے سر اور داڑھی کے بال نوج لیے جاتے ہیں۔

وغیرہ سبھی اس جانب سے نظریں چرائے ہوئے ہیں۔ کبھی کبھار کوئی رسمی سا بیان دے دیتے ہیں، جس سے بھارت کو کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔

جہاں بھارتی سامراج کے ظلم نے آگ بھڑکائے رکھی، وہیں کشمیری عوام کا جذبہ بھی دکھائی دے رہا ہے۔ وہ ہمت اور بہادری کے نشان، آج کشمیر کا ہر گھر محاذ جنگ کی

کیفیت میں، ہر گلی میدان جنگ ہے۔ کشمیر کا ہر گھر شہیدوں کے خون سے روشن ہو رہا ہے۔ کشمیری عوام بغیر کسی بیرونی مدد کے اپنی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ان کے ارادے عظیم ہیں اور ان کے حوصلے بلند ہیں۔ وہ اپنے ہی خون میں ڈوب رہے ہیں اور

اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بھارت کے قبضہ سے اپنی وادی کی رہائی چاہتے ہیں، جس کی پاداش میں وہ دنیا کی سب سے بڑی جیل میں زندگی گزار رہے ہیں۔ کشمیریوں کے اس لاک ڈاؤن سے دنیا اچھی طرح واقف ہے۔ پاکستان نے بھی اس کے خلاف بہت

وریاں عالمی قوانین کے صریح منافی ہیں۔ بیان میں مزید کہا گیا کہ اس طرح کے اقدامات کے ذریعے بھارتی حکومت کی جنگجوانہ بیان بازی اور دشمنانہ اقدامات مقبوضہ کشمیر میں انسانی بحران جاری رکھے ہوئے ہیں اور علاقائی سلامتی کے لیے ایک مستقل خطرہ ہیں۔

آئی ایس پی آر کا کہنا ہے کہ خطے میں پائیدار امن و استحکام کے لیے مسئلہ کشمیر کا اقوام متحدہ کی قراردادوں اور کشمیری عوام کی امنگوں کے مطابق حل ناگزیر ہے۔

بیان میں کہا گیا کہ پاکستان کی مسلح افواج مقبوضہ کشمیر کے شہداء کو ان کی عظیم قربانیوں پر زبردست خراج تحسین پیش کرتی ہے اور ظلم اور غیر قانونی تسلط کے خلاف ان کی منصفانہ جدوجہد میں کشمیریوں کی سیاسی، اخلاقی اور انسانی ہمدردی کی فراہمی کے لیے پاکستان کی مکمل حمایت کا اعادہ کرتی ہے۔

آج پاکستان کے ہر میڈیا پر "یوم استحصال کشمیر" کا چرچا ہوگا۔ روایتی بیانات بھی جاری کیے جائیں گے۔ لیکن آخر کب تک؟ کب تک صرف بیان بازی سے کام لیا جائے گا، کب تک روایتی مذمت کا سلسلہ جاری رہے گا؟ آخر کشمیر کے مسلمان بھارتی مظالم سے کب نجات حاصل کریں گے؟ مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے ہمیں پوری طرح متحرک اور فعال ہونے کی ضرورت دن منانے کے بجائے اب عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔



واضح رہے کہ 5 اگست 2019 کو بھارتی حکومت نے مقبوضہ کشمیر کو ایک ریاست کے بجائے 2 وفاقی اکائیوں میں تقسیم کیا تھا اور اس کے بعد وادی میں آبادی کا تناسب تبدیل کرنے کے لیے غیر مقامی افراد کو زمین خریدنے کی اجازت دی گئی تھی۔

مقبوضہ کشمیر میں بھارتی اقدامات علاقائی سلامتی کیلئے مستقل خطرہ ہیں، آئی ایس پی آر چیئر مین جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی، سروسز چیف اور پاکستان کی مسلح افواج نے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حق خود ارادیت کی منصفانہ

کشمیر کی آزادی کا جھنڈا لہرا رہے ہیں۔ اگرچہ بھارتی قاتل طاقتیں کشمیر پر اپنے خونخوئی پھینچے گاڑ رہی ہیں، لیکن آزادی کشمیر کے ہر سانس سے "کشمیر بنے گا پاکستان" کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ کشمیری عوام کیلئے صدیوں سے ہر لمحہ بھاری ہے۔

چاہتے ہیں۔ وہ بھارت کے قبضہ سے اپنی وادی کی رہائی چاہتے ہیں، جس کی پاداش میں وہ دنیا کی سب سے بڑی جیل میں زندگی گزار رہے ہیں۔ کشمیریوں کے اس لاک ڈاؤن سے دنیا اچھی طرح واقف ہے۔ پاکستان نے بھی اس کے خلاف بہت



تعلیم اور لڑکیوں کی ڈھلتی عمریں

پاکستان کے بہت سے علاقوں میں خواتین کو آج بھی مردوں سے کمتر سمجھا جاتا ہے اور ان کی قدر ان کے مردہم مضبوطی کی طرح نہیں کی جاتی، اس لئے ان کی شادی نہایت کم عمری میں کر دی جاتی ہے، کم سنی میں بلوغت کی عمر کو پہنچے بغیر بیٹی کی شادی کر دینے کا چلن بھی ہمارے معاشرے میں عام ہے، جو بلاشبہ ایک فتنہ کا کام ہے۔ 18 سال سے کم عمر لڑکی کی شادی پر سزائیں اور بھی سخت ہونی چاہئیں، تا کہ کم سنی کی شادی کی بھی حوصلہ شکنی ہو سکے کیونکہ کم سنی کی شادی محض لڑکی کو بوجھ سمجھ کر دوسرے کے سر پر ڈالنے کی ایک کوشش ہوتی ہے۔ شادی جلدی کرنی چاہئے، لیکن نابالغ لڑکی کے نکاح پر احتجاج اور سخت قانونی کارروائی اور اس کی حوصلہ شکنی بھی ہونی چاہئے۔ کم عمری کی شادی لڑکیوں پر طویل مدتی منفی اثرات مرتب کر سکتی ہے جیسے تشدد اور بد سلوکی کا زیادہ خطرہ اور محدود معاشی امکانات شامل ہیں۔

بالبالغ ہونے کے بعد تعلیم جاری رکھنے لڑکیوں کو پڑھنے دیتے۔ ایک پڑھی لکھی لڑکی ہی ایک پڑھی لکھی ماں بنے گی اور ایک پڑھی لکھی ماں ایک ان پڑھ ماں سے ہزار درجہ اچھی منصوبہ ساز اور عقلمند ہوگی لڑکیوں کو تعلیم جاری رکھنے پر اصرار کیجئے لیکن کوئی بھی ایسا رشتہ آئے جو آپ کو مناسب لگے تو لڑکی کی شادی کر دیجئے۔ فی زمانہ اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ بہت سے خاندان ایسے ہیں جو کالج جاتی لڑکی کو بیاہ کر لے گئے اور وہ اپنے سسرال میں رہ کر بہترین ماحول میں اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کر رہی ہیں اور اپنے گھر کو بھی مناسب وقت دے رہی ہیں اور ان کا سسرال اس بات میں ان کا ساتھ بھی دے رہا ہے جو ایک قابل ستائش اور قابل تقلید بات ہے۔

مختصر یہ کہ بیٹیوں کی شادی میں بہت جلدی بھی مت کیجئے اور اتنی دیر بھی مت کیجئے کہ پھر بہت دیر ہو جائے اور آپ کی آنکھ اس وقت کھلے جب کسی کے خواب زمانے کے طعنوں سے جھلس کر دم توڑ چکے ہوں اور انہیں آس ہو کہ کوئی انہیں بیاہنے آ جائے، لیکن بیاہنے والے ان سے چھوٹی، نوجوان اور تروتازہ ان لڑکیوں سے شادی کے متقاضی ہوں، جن کی کھیپ ہر سال معاشرے میں آ جاتی ہے اور ہر گزرنے والا سال ہماری بیٹی کو آنے والی نئی کھیپ سے نہ جانے کتنے ہی قدم پیچھے لے جاتا ہے۔۔۔ اور یاد رکھئے یہ ایک قدم پورے ایک سال کا ہوتا ہے!!

لڑکی سیدھا کرنے کے لئے مقدر کا عروج پہ ہونا ضروری ہوتا۔ اس چلن کی وجہ سے ہر سال لاکھوں بیٹیاں گھروں میں بیٹھی رہ جاتی ہیں اور بعد میں یہی لڑکیاں شادی نہ ہونے پر نفسیاتی مسائل کا شکار ہوتی ہیں یا پھر کسی گزل کالج یا اسکول کی ہیڈ مسٹریں یا پرنسپل لگ کر اپنی سب سے بڑی محرومی کے ساتھ اپنی زندگی گزارتی ہیں۔ خصوصاً پنجاب کے مختلف گزل کالجز میں نظر ڈال لیجئے، متعدد لڑکیاں ایبل مل جائیں گی، جن کی وقت پر شادی نہ ہوئی اور وہ کسی کالج کی سفاک پرنسپل کے روپ میں اپنے رویے سے اپنی نفسیاتی کمی کا مظاہرہ کرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور رات دو تین ایسی ہی بے چاری خواتین سے واقف ہے۔

لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانا از حد ضروری ہے، لیکن ساتھ ساتھ یہ بات بھی گہری نظر کی منتھی ہے کہ معاشرہ کس رنگ اور چلن میں رنگ چکا ہے؟ جو لڑکیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو جاتی ہیں، ان کا مردوں پہ انحصار تو کم ہو جاتا ہے، ان کو ملازمت بھی بڑے پائے کی مل جاتی ہے۔ وہ اپنی فیملی کو اچھے سے سپورٹ بھی کر پاتی ہیں، لیکن زندگی کے سب سے بڑے اور ضروری معاملے شادی میں اکثریت ناکام رہ جاتی ہے۔ ہاں اچھی ملازمت انہیں زیادہ پرکشش بنا دیتی ہے، ان کی شادی کے امکانات بھی بعض حلقوں کے مطابق بڑھ جاتے ہیں، لیکن دیکھا یہی گیا ہے کہ یہ امکانات زیادہ تر معدوم ہوتے ہی نظر آتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بیٹی جب نابالغ ہو جائے تو سمجھدار لوگ اس کے لئے رشتے کی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔

مٹی کو بیاہنے کی خواہش میں رشتے بھیجتا شروع کر دیتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں دیکھا دیکھی بیٹیوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلوانے کا چلن عام ہو چکا ہے، خصوصاً گذشتہ دو دو بائیاں اسی چلن کو نبھاتے ہوئے گزری ہیں۔ بلاشبہ تعلیم زیور ہے، تعلیم ہی سے انسان میں شعور آتا ہے اور کسی حد تک بہتر رشتے کے حصول کے لئے بھی اعلیٰ تعلیم دلوانا ضروری سمجھا جاتا ہے، لیکن ہر مثبت پہلو کا ایک منفی پہلو بھی ضرور ہوتا ہے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد تقریباً لڑکی کی عمر 24 برس تک ہو چکی ہوتی ہے۔ اس کے بعد اگر رشتہ آتا ہے تو پڑھی لکھی لڑکی کے انداز بہت بدل چکے ہوتے ہیں۔ وہ یہ سوچ کر ہر رشتے سے انکار کرنا شروع کر دیتی ہے کہ یہ رشتہ میرے معیار کا نہیں اور جب رشتے آنے بند ہو جاتے ہیں تو یہ عقدہ کھلتا ہے کہ بہت دیر ہوگئی اس کام میں، جسے بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا۔ گذشتہ دو دو بائیاں میں ایسے واقعات کی بھرمار رہی ہے۔ پڑھائی ختم ہونے کے بعد باہر کے ملک میں کسی ہوٹل میں ڈش واشنگ کرنے والے لڑکے کا رشتہ دیکھنے اس کے گھر سے اس کی ماں نکلتی تو لڑکے کی ڈیمانڈ ہوتی کہ لڑکی سوئی ہو، اٹھارہ سال کی ہو اور خوب پڑھی لکھی بھی ہو اور یہ ڈیمانڈ اس وقت اور عروج پہ پہنچ جاتی، جب یہاں سے ان کے لئے 18 برس کی لڑکی مل بھی جاتی، جو کسی کالج یا یونیورسٹی میں پڑھ رہی ہوتی۔ اور وہ لڑکیاں جو پڑھائی کر کے فارغ ہوئیں تو 18 برس کی لڑکی سے شادی کرنے کے خواہش مند بہر حال موجود ہوتے، لیکن 24 سال

شاہد راجھو

شادی ہر مرد و زن کے لئے زندگی کا ایک بہت خاص پہلو ہے اور اسے بہت سے معاشروں میں جوانی سے گزرنے کی رسم کے طور پر دیکھا جاتا ہے اور معاشرتی طور پر ایک خاندان کی بنیاد رکھنے کا یہ پہلا قدم ہوتا ہے۔ تاہم بد قسمتی سے پاکستان میں نوجوان لڑکیوں کی شادی نہ ہونے کا رجحان حالیہ برسوں میں تشویشناک حد تک بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اس رجحان کی کئی وجوہ ہیں، جن میں غربت، تعلیم کی کمی اور خواتین کے ثقافتی رویے شامل ہیں، لیکن وجہ کچھ بھی ہو، ہر سال لاکھوں لڑکیاں شادی کی عمر عبور کرتی جا رہی ہیں اور کوئی رشتہ ان کے گھر کی دہلیز تک نہیں آتا اور آخر کار ان کے بالوں میں چاندی کے تار تار ناشروں سے ہو جاتے ہیں۔

پاکستان میں نوجوان لڑکیوں کی شادی نہ ہونے کی بڑی وجہ غربت ہے۔ بہت سے خاندان شادی کے اخراجات، یہاں تک کہ گھر کی کفالت کرنے سے قاصر ہوتے ہیں، چنانچہ وہ مجبوری میں اپنی بیٹیوں کی شادی میں تاخیر کرتے رہتے ہیں۔ وجہ ایک ہی ہوتی ہے کہ چار پیسے جوڑ لیں، تا کہ بیٹی کے ہاتھ عزت سے پیلے کر سکیں۔ پیسے قطرہ قطرہ کر کے جوڑنے کے پتھر میں سال پہ سال گذرتے جاتے ہیں لیکن برسوں بعد پتا چلتا ہے کہ کچھ بچا نہیں سکے اور بیٹی گھر بیٹھی بیٹھی بس خواب بنتی رہ گئی اور وقت گذر گیا۔ اور اگر کسی کا باپ کچھ پیسے جوڑ بھی لے تو تب اتنے موسم گذر چکے ہوتے ہیں کہ کوئی کام کا رشتہ بارش بن کر نہیں برستا، بس بے موسم کے دوسری اور تیسری شادی کے پتھر لوگ کچی



بھارتی ریاست منی پور میں نسلی فسادات

پرتشدد واقعات میں اب تک 142 افراد مارے گئے ہیں جبکہ 60 ہزار شہری بے گھر ہوئے ہیں
 نسلی فسادات کے دوران ایک ہجوم کے سامنے دو خواتین کی برہنہ پریڈ کی ایک ویڈیو حال ہی میں منظر عام پر آئی
 جس نے انڈیا کے سیاسی و سماجی حلقوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔

کے والد کو موقع پر قتل کر دیا گیا۔ ایف آئی آر کے مطابق ایک جھٹے نے تین خواتین کو مظاہرین کے سامنے بغیر کپڑوں کے چلنے پر مجبور کیا جبکہ نوجوان خاتون کو ہجوم کے سامنے گینگ ریپ کیا گیا۔ ان کے بھائی نے انہیں جھٹے سے بچانے کی کوشش کی مگر اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ علاقے کے قبائلی رہنماؤں کے گروہ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ مجرموں نے متاثرین کی نشاندہی کروانے کے لیے ویڈیو جاری کی تاکہ ان پر مزید دباؤ ڈالا جائے۔ ریاست میں خواتین کے حقوق کی ایک تنظیم نے اس واقعے پر احتجاجی مظاہرے کی کال دی ہے مگر حکومت نے ریاست کے پانچ اضلاع میں غیر معینہ کر فیوٹا فزڈ کر دیا ہے۔ اخبار دی ہندو کے مطابق منی پور کے حالات کو دیکھتے ہوئے سنٹرل ریزرو پولیس فورس نے ناگالینڈ اور آسام سے دو پولیس افسران کو منی پور تعینات کر دیا ہے۔ اس وقت منی پور میں مرکز سے مسلح افواج کی 124 کمپنیاں اور فوج کے 184 دستے تعینات ہیں۔ ویڈیو کے منظر عام پر آنے کے بعد اپوزیشن کی جانب سے وزیر اعظم نریندر مودی پر مسلسل اس بارے میں بات نہ کرنے پر تنقید کی گئی۔ کانگریس رہنما پریانکا گاندھی نے ایک بیان میں کہا

ان کی گرفتاری کے بعد ان کے آبائی گاؤں کے رہائشیوں نے ہیرم کے خاندان کو علاقہ بدر کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ پولیس نے مجھرات کو ویڈیو ریکارڈ کرنے والے شخص کو بھی گرفتار کیا ہے۔ واقعے کی ایف آئی آر میں کیا درج ہے؟ ان خواتین نے پولیس کو دیے بیان میں کہا کہ ویڈیو میں صرف دو خواتین نظر آرہی ہیں جبکہ وہاں موجود جھٹے نے 50 سال کی خاتون کے بھی کپڑے اتارے تھے۔ ایف آئی آر میں درج ہے کہ ایک نوجوان خاتون کو دن کی روشنی میں گینگ ریپ کیا گیا۔ متاثرین نے کہا کہ تین منی کو تھوپل میں ان کے گاؤں میں جدید ہتھیاروں سے لیس 800 سے 1000 افراد نے حملہ کیا جو وہاں گولیاں برسائے اور لوٹ مار کرنے لگے۔ ان حالات میں ایک نوجوان اور دو معمر خواتین اپنے والد اور بھائی کے ہمراہ جنگل کی طرف بھاگیں۔ شکایت کے مطابق پولیس نے انہیں بچا لیا۔ جب پولیس انہیں تھانے لے جا رہی تھی تو تھانے سے دو کلومیٹر دور جھٹے نے ان خواتین کو اغوا کیا اور کپڑے اتارنے پر مجبور کیا۔ ایف آئی آر کے مطابق مظاہرین نے ان خواتین کو پولیس کی تحویل سے لیا جس کے بعد نوجوان خاتون

گئے ہیں اور 16745 افراد کو حراست میں لیا جا چکا ہے۔ خواتین کی برہنہ پریڈ کی ویڈیو وائرل ہونے کے بعد ہفتوں تک کوئی مناسب قدم نہ اٹھانے پر غم و غصے کے بعد ریاست کے وزیر اعلیٰ نے میڈیا سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مجرموں کے لیے سزائے موت کا مطالبہ کریں گے۔ انہوں نے کہا، ویڈیو دیکھنے کے بعد ہم نے اس گھناؤنے جرم کی مذمت کرنے کا فیصلہ کیا اور ہم اسے انسانیت کے خلاف جرم قرار دیتے ہیں... مزید تفتیش جاری ہے اور جو لوگ ملوث ہیں انہیں بھی گرفتار کیا جائے گا اور ملک کے قانون کے مطابق مقدمہ درج کیا جائے گا۔ اپوزیشن نے اس معاملے پر وزیر اعلیٰ کے استعفیٰ کا مطالبہ بھی کیا ہے جبکہ حکومت نے ڈپٹی سیکرٹری سوشل میڈیا پالیسی فارمز سے اس ویڈیو کو حذف کرنے کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ اس معاملے کے مرکزی ہیرم ہیروداس میتھی کے مکان کو بھی نذر آتش کر دیا گیا اور یہ حرکت ان کی اپنی برادری میتھی کی خواتین کی سب سے مضبوط تنظیم میراپٹی کے کارکنوں نے کی۔ ہیرم ہیروداس کو حراست میں لیا گیا تھا اور مذکورہ ویڈیو میں انہیں متاثرہ خواتین کو کپڑے ہونے دیکھا جاسکتا ہے۔

ریاست میں ڈھائی ماہ سے جاری نسلی فسادات کے دوران ایک ہجوم کے سامنے دو خواتین کے کپڑے اتارنے اور ان پر جنسی تشدد کی ایک ویڈیو حال ہی میں منظر عام پر آئی جس نے انڈیا کے سیاسی و سماجی حلقوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ منی پور کی پولیس نے ویڈیو کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا تھا کہ یہ واقعہ چار منی کو ضلع تھوپل میں پیش آیا تھا جس پر نامعلوم افراد کے خلاف اغوا، گینگ ریپ اور قتل کا مقدمہ درج کیا گیا۔ ویڈیو سامنے آنے تک اس سلسلے میں پولیس نے ملزمان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی تھی لیکن اب حکام کا کہنا ہے کہ چار افراد کو اس سلسلے میں گرفتار کیا گیا ہے۔ انڈیا کی شمال مشرقی ریاست میں تین منی سے کوکی اور میتھی برادر یوں کے درمیان نسلی تنازعہ جاری ہے۔ ان میں سے کوکی طبقہ زیادہ تر عیسائی ہے اور پہاڑی علاقوں میں رہتا ہے، جب کہ میتھی زیادہ تر ہندو ہیں۔ پرتشدد واقعات میں اب تک 142 افراد مارے گئے ہیں جبکہ 60 ہزار شہری بے گھر ہوئے ہیں۔ ریاستی حکومت کے اب تک آتشزدہی کے 5000 واقعات ہوئے ہیں۔ سپریم کورٹ میں جمع کرانی گئی ایک رپورٹ میں منی پور کی حکومت نے بتایا کہ پرتشدد واقعات پر 5995 مقدمات درج کیے

تشدد کو ختم کرنے کا حل کیا ہے؟

منی پور کی ایک مقامی تنظیم انڈیپنڈنس ٹرائیبل لیڈرز فورم (آئی ٹی ایل ایف) نے اس دوران ریاستی گورنر کو خط لکھ کر کہا ہے کہ تین مئی سے جاری تشدد کا سبب میٹھی اور کوئی کمیونٹی کے درمیان "نسلی اختلافات اور بے اعتمادی" کی فضا ہے لہذا دونوں فرقوں کی مکمل علیحدگی ہی اس کا حل ہے۔ پچیس لاکھ آبادی والی اس ریاست کی آبادی میں ہندو میٹھی کمیونٹی کی تعداد 53 فیصد ہے لیکن وہ ریاست کے صرف تقریباً 10 فیصد



حصے پر آباد ہیں۔ کوئی اور دیگر قبائلیوں کی اکثریت مسیحی مذہب کا ماننے ہے۔ ریاست میں نسلی مسلمانوں کی تعداد تقریباً 8 فیصد ہے۔ یہ پہاڑی علاقوں میں رہتے ہیں۔

بھارتی ریاست منی پور میں نسلی بد امنی، ہلاکتیں پچاس سے زائد قانون کے مطابق غیر قبائلی شخص قبائلیوں کی زمین نہیں خرید سکتا۔ 3 مئی کو ہائی کورٹ نے مسیحی ہندوؤں کو بھی قبائل کا درجہ دینے کا فیصلہ سنایا تھا، جس کے نتیجے میں انہیں بھی قبائلیوں کی طرح خصوصی مراعات حاصل ہو جائیں گی۔ کوئی اور دیگر قبائل اسی کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ میٹھی پہلے سے ہی مالی اور سیاسی لحاظ سے غالب ہیں اور عدالت کے فیصلے کے نتیجے میں کوئی مزید پسماندہ ہو جائیں گے۔

آئی ٹی ایل ایف نے گورنر انوسونیا اوکے کے نام خط میں کہا ہے کہ اب دونوں فرقوں کے درمیان مصلحت ناممکن ہے۔ خط میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس ماہ وزیر داخلہ امتیت شاہ کے دورے کے بعد سے "کم از کم 55 گاؤں میں آگ لگادی گئی اور 11 افراد کی جائیں ضائع ہو چکی ہیں۔" خط میں مزید کہا گیا ہے کہ پچھلے 40 دنوں میں 160 گاؤں میں 4500 سے زیادہ مکانات جلا دیے گئے ہیں جبکہ 253 گرجا گھروں کو بھی نذر آتش کر دیا گیا ہے۔



کہ ہم سب ایک زبان ہو کر تشدد کی مذمت کرتے ہیں اور منی پور میں امن قائم کرنے کی کوششوں کو آگے بڑھاتے ہیں۔ مرکزی حکومت، وزیراعظم منی پور میں پر تشدد واقعات پر آنکھیں بند کیوں کیے ہوئے ہیں؟ کیا یہ مناظر اور پر تشدد واقعات انہیں پریشان نہیں کرتے؟

ہجوم نے مسیحی کے گھروں پر حملہ کر کے مردوں کو قتل کر دیا اور خواتین کو اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا، خواتین سے زیادتی کے بعد انہیں برہنہ کر کے گلیوں



میں گھمایا گیا۔

مودی سرکار نے منی پور میں انسانیت سوز واقعات کو مکمل طور پر نظر انداز کر رکھا ہے اور بھارتی میڈیا عیسائیوں پر حملوں اور ان پر ہونے والے دلخراش مظالم کی کوئی کوریج نہیں کر رہا ہے۔

اس حوالے سے ایک بھارتی خاتون صحافی روٹی سنگھ نے سوشل میڈیا پر لکھا کہ منی پور میں خواتین کو برہنہ کر کے پڑھ کروانے اور انہیں تشدد کا نشانہ بنانے کی ویڈیو انتہائی خوفناک ہتھیاشاک اور دل کرچی کرچی کر دینے والی ہے، ریاست میں کیا ہو رہا ہے؟

جبکہ رائل گاندھی نے ٹویٹ کیا کہ وزیراعظم مودی کی خاموشی نے منی پور کو فسادات کی طرف دھکیل

رپورٹس میں بتایا گیا ہے کہ حالات کنٹرول کرنے

علاقوں میں کر فیونا فز ہے۔

ریاست میں ٹرین سروس بند اور پیر تک انٹرنیٹ

سروسز بھی معطل ہیں، اس کے علاوہ 7 مئی تک

کے اہلکار تعینات کیے گئے ہیں جبکہ کشیدگی والے



منی پور میں نسلی فسادات: یورپی پارلیمان میں قرارداد منظور ہونے پر انڈیا ناراض

تعلیم کے سبب کوئی نسل کے لوگ ریاست کی انتظامیہ میں دوسری برادریوں سے آگے ہیں۔ یہ فسادات ابھی ختم نہیں ہوئے ہیں۔ منی پور سے تشدد کی خبریں اب بھی آ رہی ہیں۔ اس ریاست میں بی جے پی کی حکومت ہے۔

کچھ دنوں قبل انڈیا میں امریکہ کے سفیر ایریک گارسیٹی نے بھی منی پور کی صورتحال پر تشویش ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ امریکہ وہاں کی صورتحال پر قابو پانے کے لیے انڈیا کی مدد کرنے کے تیار ہیں۔ تاہم بعد میں انڈین وزارت خارجہ کے ترجمان ارندم باگچی نے ایک نیوز کانفرنس میں جب یہ کہا کہ غیر ممالک کے سفیر عموماً انڈیا کے اندرونی معاملات پر تبصرہ نہیں کرتے تو گارسیٹی نے وضاحت کرتے ہوئے بیان دیا تھا کہ منی پور کے بارے میں امریکہ کی تشویش کی نوعیت انسانی ہمدردی کی ہے۔

یورپی پارلیمنٹ میں منی پور پر قرارداد کا فوری نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ یورپی یونین کے ساتھ ساتھ یورپی حکومتوں پر دباؤ بڑھے گا کہ انڈیا کی حکومت سے بات کریں۔

حالیہ برسوں میں انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیمیں، اقوام متحدہ اور مذہبی آزادی پر نظر رکھنے والے امریکی حکومت کے ادارے انڈیا میں جمہوریت، انسانی حقوق اور مذہبی اقلیتوں کے سوال پر مودی حکومت پر تنقید کرتی رہے ہیں۔ مودی حکومت اگرچہ ان نکتہ چینیوں کو یکسر مسترد کرتی رہی ہے لیکن وہ غیر ممالک بالخصوص امریکہ اور یورپ میں اپنی شبیہ کے سوال پر انتہائی حساس ہے۔ مودی حکومت نے دوسرے ممالک سے اپنے تعلقات مضبوط کرنے اور عالمی سطح پر انڈیا کو ایک بڑی اقتصادی طاقت کے طور پر پیش کرنے کے عمل میں غیر معمولی کوششیں کی ہیں لیکن انسانی حقوق کی صورتحال اور مذہبی آزادی اور جمہوریت کے بارے میں وقتاً فوقتاً اٹھنے والے سوالات سے حکومت کی یہ کوششیں بھینٹا متاثر ہوتی ہیں۔

انڈیا کے خارجہ سکرٹری ونے کواترا نے ایک نیوز کانفرنس میں ایک سوال کے جواب میں کہا 'منی پور کا سوال انڈیا کا اندرونی معاملہ ہے۔ ہم نے یورپی پارلیمنٹ کے متعلقہ ارکان سے رجوع کیا تھا اور انھیں یہ قراردادیں نہ پیش کرنے کے بارے میں باور کرانے کی کوشش کی تھی'۔

اس طرح کی بھی خبریں آتی تھیں کہ انڈیا کی



وزارت خارجہ نے قراردادیں رکوانے کے لیے ایبیر ایڈ گائجر نام کی ایک سیاسی لابی کی خدمات حاصل کی تھی لیکن اس بارے میں پوچھے جانے پر خارجہ سکرٹری نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

منی پور میں گذشتہ دو مہینے سے ریاست کے دونسی گروہوں، ہتی اور کوکی کے درمیان خونریز فسادات ہو رہے ہیں۔ ہتی قبائل کا تعلق اکثریتی ہندو برادری سے ہے اور بیشتر کوکی مسیحی ہیں۔ فسادات میں اب تک تقریباً 150 افراد مارے جا چکے ہیں جن کی اکثریت کوکی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان فسادات میں ہزاروں گھر اور دکانیں بھی جلائی گئی ہیں۔ تقریباً 60 ہزار افراد نے محفوظ مقامات پر پناہ لے رکھی ہے۔ کوکی نسل کے لوگ میزورم اور برما میں بھی آباد ہیں۔ ہتی ہندو انھیں غیر ملکی تصور کرتے ہیں۔

اور مخالفت کو دبانے کے لیے قانون کے بے جا استعمال پر تشویش ظاہر کی گئی۔ یورپین پیپلز پارٹی نے اپنی قرارداد میں 'منی پور میں مسیحیوں پر حملے' کا سوال اٹھایا جبکہ اعتدال پسند رینیو گروپ نے حکومت کی ہندو نواز اور شدت پسندی کو فروغ دینے والی سیاسی محرکات پر مبنی پھوٹ ڈالنے والی پالیسیوں پر تشویش ظاہر کی۔ یورپین کنزرویٹو اور ریپبلکن گروپ کی قرارداد میں کہا گیا کہ حالیہ برسوں میں انڈیا میں مذہبی آزادی متاثر ہوئی ہے۔ ملک میں ایسی پالیسیاں اور تفریق پر مبنی قوانین اختیار کیے جا رہے ہیں جن سے ملک کی مسیحی، مسلم، سکھ اقلیتوں اور قبا ئلی آبادی پر منفی اثر پڑ رہا ہے۔

انڈیا نے ان قراردادوں کو روکنے کی کوشش بھی کی تھی۔

انڈیا کی ریاست منی پور میں دو مہینے سے جاری خونریز نسلی فسادات کے خلاف یورپی یونین کی پارلیمان میں جمعرات کے روز قرارداد منظور کر لی گئی ہے۔

اس قرارداد میں منی پور کے فسادات کی صورتحال پر تشویش ظاہر کی گئی اور انڈیا پر زور دیا گیا کہ وہ ریاست کی مذہبی اور نسلی اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرے۔

انڈیا نے اس قرارداد کو ناقابل قبول کہہ کر مسترد کر دیا ہے۔ انڈیا نے اعتراض کیا ہے کہ یہ ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کے مترادف ہے۔ انڈین وزارت خارجہ کے ترجمان ارندم باگچی نے کہا ہے کہ عدلیہ سمیت انڈین انتظامیہ منی پور کی صورتحال سے واقف ہے اور وہاں امن و امان بحال کرنے کے لیے ہر ممکن قدم اٹھا رہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ انڈیا کے معاملات میں اس طرح کی مداخلت سامراجی ذہنیت کی عکاس ہے۔

واضح رہے کہ یہ ایک ایسے وقت میں ہوا ہے، جب انڈیا کے وزیر اعظم نریندر مودی فرانس کے دوروزہ دورے پر اس وقت پیرس میں موجود ہیں۔ فرانس کے سٹراس برگ شہر میں یورپی پارلیمنٹ کے رواں اجلاس میں چھ سیاسی جماعتوں اور تنظیموں کے ارکان نے بدھ کے روز الگ قراردادیں پیش کی تھیں۔

ان میں انڈیا کی ریاست منی پور میں حقوق انسانی کی پالیسیوں، جمہوریت، مذہبی تفریق اور قانون کی حکمرانی کے بارے میں سوالات اٹھائے گئے ہیں۔

ان قراردادوں میں انڈین حکومت پر زور دیا گیا کہ وہ منی پور میں جاری نسلی فسادات پر فوراً قابو پائے اور نسلی و مذہبی اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرے۔ سوشلسٹ اینڈ ڈیموکریٹک گروپ کی قرارداد میں

کچھ ہوا ہے اسے کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا، قصور واروں کو بخشا نہیں جائے گا۔' سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڈ نے بھی تشدد پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ انھوں نے کہا، 'کل شیئرنگ گئی ویڈیوز سے ہم بہت پریشان ہیں۔ ہم اپنی گہری تشویش کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ وقت ہے کہ حکومت قدم اٹھائے اور کارروائی کرے۔ یہ ناقابل قبول ہے۔'

مردہ خانے میں رکھی گئی ہیں۔ رپورٹس میں کہا گیا ہے کہ فسادات میں سیکڑوں افراد زخمی ہوئے، کئی گھروں، گاڑیوں، مندروں اور گرجا گھروں کو آگ لگائی گئی۔ اس تنقید کے بعد وزیر اعظم نے ایک بیان میں ریاست میں جنسی مظالم سے بڑے واقعات کی مذمت کی اور کہا کہ 'منی پور کی بیٹیوں کے ساتھ جو

پروازیں بھی معطل کر دی گئی ہیں اور امتحانات بھی روک دیے گئے ہیں۔

بھارتی ریاست منی پور میں حکومتی کریک ڈاؤن کے باعث احتجاجی مظاہرے شدت اختیار کر گئے رپورٹس کے مطابق جیسے کوریاست کے مختلف علاقوں میں بھارتی سکیورٹی فورسز اہلکار سمیت 7



اس آلودگی میں رہنے سے موت ہو سکتی ہے۔ اسی ویب سائٹ پر لکھا ہے کہ یہ ذرات سانس، دمہ، پھیپھڑوں اور قلب کے کئی مرض پیدا کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ امریکا میں ماحولیاتی تحفظ کی ایجنسی نے بھی اپنی ویب سائٹ پر ہارٹ ایک، دل کی دھڑکن کا بے ترتیب ہونا، اور سانس کے امراض پر زور دے کر کہا ہے کہ یہ پی ایم 2.5 ذرات سے جنم لیتے ہیں۔

کراچی میں کی گئی تحقیق

آغا خان یونیورسٹی میں شعبہ ماحولیات اور کمیونٹی ہیلتھ سے وابستہ پروفیسر ڈاکٹر ظفر فاطمی کی ٹیم کی جانب سے اکتوبر 2009ء سے دسمبر 2010ء کے دوران کی جانے والی تحقیق کے مطابق کراچی کی ہوا کا معیار انتہائی ناقص ہے اور یہ انسانی صحت کیلئے خطرناک ہے۔ انہوں نے سینسر کے جمع شدہ ڈیٹا کی مدد سے بتایا کہ کراچی کی فضا میں سلفر، زنک، کاربن، سیسہ، کرومیئم اور لوہے کے باریک ذرات بڑی مقدار میں موجود ہیں۔ یہ تحقیق سائنس آف ٹول انوائرنمنٹ میں 10 اپریل 2023ء میں شائع ہوئی ہے۔

تحقیق میں مزید بتایا گیا کہ کراچی جو آبادی کے لحاظ سے کئی ممالک سے بڑا شہر ہے لیکن اس کی فضائی آلودگی کو بہت نوٹ کم کیا گیا اور شہر کی فضائی آلودگی میں صرف کیمیائی ذرات ہی موجود نہیں بلکہ بھاری

کئی سائنسی شواہد سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ پی ایم 2.5 ذرات صحت کیلئے انتہائی مضر ہوتے ہیں۔ یعنی آلودگی کے ایسے ذرات جن کی جسامت بہت ہی باریک یا ڈھائی مائیکرون کے برابر ہوتی ہے، ایک مائیکرون کا مطلب ایک میٹر کا دس لاکھواں حصہ ہوتا ہے۔

امریکی نیشنل ہیلتھ انسٹیٹیوٹ نے اپنی ایک تحقیق میں کہا ہے کہ اگر آپ سیاہ (بلیک) کاربن سے آلودہ ماحول میں چند ماہ سے کئی سال تک رہیں تو

میں تیزی سے اضافے کے علاوہ ٹرانسپورٹ سے بڑی مقدار میں پیدا ہونے والی آلودگی کے باعث کراچی میں ہوا کا معیار انتہائی خراب ہو چکا ہے، جس کے باعث فضائی آلودگی سے متاثر ہونے والے مریضوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ فضا میں شامل زہریلی گیس اور ذرات ناک، منہ اور کان کے ذریعے خون کی روانی میں شامل ہو کر انسان کو مختلف بیماریوں کا نشانہ بناتے ہیں، جن میں سانس کی بیماریاں جیسے دمہ، پھیپھڑوں

ٹرانسپورٹ سے بڑی مقدار میں پیدا ہونے والی آلودگی کے باعث کراچی میں ہوا کا معیار انتہائی خراب ہو چکا ہے، جس کے باعث فضائی آلودگی سے متاثر ہونے والے مریضوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ فضا میں شامل زہریلی گیس اور ذرات ناک، منہ اور کان کے ذریعے خون کی روانی میں شامل ہو کر انسان کو مختلف بیماریوں کا نشانہ بناتے ہیں، جن میں سانس کی بیماریاں جیسے دمہ، پھیپھڑوں کے امراض، فالج، امراض قلب اور کینسر وغیرہ سرفہرست ہیں۔

اس سے طبی عمر سے قبل اموات کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ یہ ذرات بالخصوص ایندھن سے جلنے والی کالک میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ککڑی اور کولے کے جلنے سے بھی یہ ذرات پیدا ہوتے ہیں۔

ریاست کیلیفورنیا کے محکمہ ماحولیات نے اپنی ویب سائٹ پر حوالہ دے کر کہا ہے کہ مختصر مدت تک بھی

کے امراض، فالج، امراض قلب اور کینسر وغیرہ سرفہرست ہیں۔

سائنسدان مختلف ادوار میں اپنی تحقیق سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ فضائی آلودگی نہ صرف پودوں اور جانوروں کی بقا کیلئے خطرناک ہے بلکہ انسانی صحت بھی اس سے بری طرح متاثر ہوتی ہے، لیکن افسوس ہم اس طرف کوئی توجہ نہیں دے رہے۔

کامران سرور

صاف پانی اور ہوا انسانی صحت کیلئے بے حد ضروری ہے اور یہ تب ہی ممکن ہوگا جب ہمارا ماحول صاف ستھرا اور ہرا بھرا ہوگا۔ افسوس دنیا بھر میں ماحولیاتی آلودگی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے لیکن ترقی پذیر ممالک کے دیگر بڑے شہروں کی طرح پاکستان کے سب سے بڑے شہر اور معاشی جب کراچی میں بھی فضائی آلودگی کے اثرات کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ فضائی آلودگی کے معاملے میں کراچی اور لاہور کا شمار دنیا کے آلودہ ترین شہروں میں ہوتا ہے۔

ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ فضائی آلودگی ایک عالمی خطرہ ہے اور اس کے اثرات انسانی صحت، موسمیاتی تبدیلیوں اور ماحولیاتی نظام پر ہوتے ہیں۔ فضائی آلودگی میں مضر صحت گیس اور کیمیائی مادوں کے ننھے منے ذرات شامل ہیں جو صرف خوردبین سے ہی دکھائی دیتے ہیں۔ انہی میں ایک قسم کے ذرات بھی شامل ہیں جنہیں پارٹیکولیٹ میٹر (پی ایم) کہا جاتا ہے۔ پی ایم 2.5 کے ذرات بالخصوص صحت کیلئے بہت تباہ کن ہوتے ہیں، جو عام طور پر ٹریفک کے دھوکے میں پائے جاتے ہیں اور دیگر آلودگیوں میں بھی موجود ہو سکتے ہیں۔

صنعتی پھیلاؤ، شہر کی غیر منظم آباد کاری اور آبادی

اس کی مقدار بہت بڑھ جائے تو یہ آپ کے بون میرورٹنی اثر ڈالتے ہیں۔

فضائی آلودگی سینسر میں سرکاری عدم دلچسپی کراچی میں آلودگی کی پیمائش کرنے والے کئی سینسر لگانے والے یاسر حسین نے بتایا کہ ہم نے کراچی میں فضائی آلودگی اور متاثرہ ہونا اپنے والے 25 سے 30 سینسر لگائے ہوئے ہیں اور ان میں سے ایک سینسر بھی حکومت نے نہیں لگایا۔

رائٹ ٹو انفارمیشن کے تحت سندھ انوائرنمنٹل پروٹیکشن ایجنسی کو لکھے گئے سوال کے جواب میں ادارے نے بتایا کہ حکومت نے شہر میں کوئی سینسر نہیں لگایا کیوں کہ ہمارے پاس بجٹ نہیں اور نہ ہی آج کے دور میں ان سینسز کی کوئی ضرورت ہے، شہر بھر کا سیٹلائٹ ڈیٹا موجود ہے جسے کوئی بھی شہری آئی کیو ایئر کی ویب سائٹ سے حاصل کر سکتا ہے۔ ایک اور سوال کے جواب میں کہا گیا کہ پرائیویٹ سیکٹرز کی جانب سے لگائے گئے سینسز کا ڈیٹا ہمارے پاس موجود نہیں اور نہ ہی شہر میں لگائے گئے درختوں کا ڈیٹا ہمارے پاس موجود ہے، جب کہ ماحولیاتی کیفیت پر سندھ حکومت کی سالانہ رپورٹ بھی دستیاب نہیں۔

اس حوالے سے یاسر حسین نے بتایا کہ سپاہ والے اپنا کام نہ کرنے اور جان چھڑانے کیلئے یہ کہہ رہے ہیں کہ سیٹلائٹ ڈیٹا موجود ہے، اس لیے ہمیں سینسر لگانے کی ضرورت نہیں، دراصل یہ کام ہی نہیں کرنا چاہتے، حالانکہ یہ ان کے فرائض میں شامل ہے کہ یہ خود مانیٹرنگ کریں اور شہر بھر میں ایئر کوالٹی کی

چلنا ہے کیوں کہ سمندری ہوا، خراب ہوا کو ڈھکیل دیتی ہے۔

آلودگی کے اثرات، ایک سے دوسری نسل تک

یاسر حسین نے اپنی ایک نشست کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹرز کے مطابق ایئر کوالٹی سے ڈی این اے میں بھی تبدیلی آ جاتی ہے اور پی ایم 2.5 کے ذرات آپ کے دماغ پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں جو نہ صرف آپ کی یادداشت کو کمزور کر سکتے ہیں بلکہ آپ کو دماغی امراض میں بھی مبتلا کر سکتے ہیں۔ بیرونی عوامل سے ڈی این اے میں تبدیلی کو اپنی جینٹیکس کہا جاتا ہے۔ اس حوالے سے جلیو نالوجسٹ (پھیپھڑوں کے ماہر امراض) ڈاکٹر صیغہ خان نے بتایا کہ ڈی این اے



جس میں سالانہ اموات تقریباً ساڑھے 5 ہزار کے قریب ہیں اور اس اعداد و شمار کو شہر کے باقی اضلاع میں ضرب دیں تو کراچی میں سالانہ اموات لگ بھگ 20 ہزار کے قریب ہو سکتی ہیں، تاہم یہ ایک

دھاتوں کی موجودگی بھی پائی گئی ہے، جن میں سیسہ سر فہرست ہے۔ جب کہ کراچی کی فضا میں پی ایم 2.5 اور کچھ دیگر دھاتیں عالمی ادارہ صحت کی جانب سے مخصوص کی گئی محفوظ حد سے بھی کئی گنا زیادہ ہیں۔

اس حوالے سے ڈاکٹر ظفر فاطمی نے بتایا کہ ہمارے پاس یہ اسٹڈی تو موجود ہے کہ فضائی آلودگی سے دل کے امراض یا سانس کی مختلف بیماریاں ہوتی ہیں لیکن بد قسمتی سے اس حوالے سے طول البلد مطالعہ (طویل مدتی اسٹڈی) کراچی تو کیا پاکستان بلکہ اس پورے خطے میں اس طرح کی کوئی اسٹڈی نہیں ہے جس سے ہمیں فضائی آلودگی کی وجہ سے موت کا باعث بننے والی بیماریوں کا پتہ چل سکے۔

انہوں نے کہا کہ ایسی صورت میں ہم چین جیسے قریبی ممالک کی اسٹڈی کا ماڈل استعمال کرتے ہوئے اپنی آبادی کے لحاظ سے شرح اموات کا تناسب نکالتے ہیں، یہاں تک کہ عالمی ادارہ صحت بھی پاکستان میں فضائی اموات کیلئے یہی کرتا ہے۔ سائنس آف ٹوٹل انوائرنمنٹ میں چھپنے والی تحقیق کے مطابق کراچی میں فضائی آلودگی کی سب سے بڑی ذمے داری ٹرانسپورٹ پر عائد ہوتی ہے جس میں ٹرک سے لے کر موٹر سائیکل تک سب شامل ہیں، جن کا آلودگی میں حصہ 59 فیصد ہے۔ اس کے علاوہ صنعتوں سے نکلنے والا دھواں 39 فیصد ہے، جب کہ پاور پلانٹس سمیت مختلف مقامات پر جلنے والے تیل کا کردار 23.3 فیصد ہے۔

ڈاکٹر ظفر کی تحقیق میں مزید بتایا گیا کہ شماریاتی ماڈل کے تحت میکرو کے مقام اور اطراف میں فضائی آلودگی سے اوسط سالانہ اموات 3592 اور جامعہ کراچی کے نواح میں شاید 1971 افراد قبل از وقت طبعی موت کے شکار ہو سکتے ہیں یا ہور ہے ہیں۔ ڈاکٹر ظفر کی تحقیق دو مختلف اضلاع میں کی گئی،

کراچی کے آلودہ ترین مقام سے متعلق پوچھے گئے سوال پر ڈاکٹر ظفر فاطمی نے بتایا کہ کراچی میں ایم اے جناح روڈ، خاص طور پر تبت سینٹر اور کورنگی انڈسٹریل ایریا شہر کے آلودہ ترین مقامات ہیں۔ ماہر ماحولیات یاسر حسین نے بتایا کہ ہم نے ایک اسٹڈی کروائی ہے جس کے مطابق کراچی میں سب سے زیادہ 60 فیصد آلودگی گاڑیوں میں جلنے والے پٹرول اور ڈیزل کے دھوئیں سے نکلنے والی گیس اور ذرات (پی ایم 2.5) کی وجہ سے ہوتی ہے، جب کہ لاہور میں یہ شرح 80 فیصد ہے۔

اندازہ ہی ہے۔ کراچی کے آلودہ ترین مقام سے متعلق پوچھے گئے سوال پر ڈاکٹر ظفر فاطمی نے بتایا کہ کراچی میں ایم اے جناح روڈ، خاص طور پر تبت سینٹر اور کورنگی انڈسٹریل ایریا شہر کے آلودہ ترین مقامات ہیں۔ ماہر ماحولیات یاسر حسین نے بتایا کہ ہم نے ایک اسٹڈی کروائی ہے جس کے مطابق کراچی میں سب سے زیادہ 60 فیصد آلودگی گاڑیوں میں جلنے والے پٹرول اور ڈیزل کے دھوئیں سے نکلنے والی گیس اور ذرات (پی ایم 2.5) کی وجہ سے ہوتی ہے، جب کہ لاہور میں یہ شرح 80 فیصد ہے۔ یاسر حسین کے مطابق کراچی میں سردیوں کے

موسم خاص طور پر دسمبر سے فروری تک فضا زیادہ آلودہ ہوتی ہے لیکن گرمیوں میں ٹھوڑی کم ہو جاتی ہے، جس کی اصل وجہ یہاں پر سمندری ہواؤں کا مختلف بیماریوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ فضائی آلودگی کے نتیجے میں کچھ ذرات خون میں شامل ہو کر دماغ کے ساتھ اعصاب پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور اگر



ریڈنگ لیں۔ اس کیلئے اتنے بڑے بجٹ کی بھی ضرورت نہیں کیوں کہ اب تو سستے ایئر کوالٹی سینسر موجود ہیں جو شہریوں کو آگاہی فراہم کر سکتے ہیں۔

مختلف بیماریوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ فضائی آلودگی کے نتیجے میں کچھ ذرات خون میں شامل ہو کر دماغ کے ساتھ اعصاب پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور اگر

موسم خاص طور پر دسمبر سے فروری تک فضا زیادہ آلودہ ہوتی ہے لیکن گرمیوں میں ٹھوڑی کم ہو جاتی ہے، جس کی اصل وجہ یہاں پر سمندری ہواؤں کا

کراچی میں کم سے کم 500 سینرز لگانے کی ضرورت ہے لیکن سیپا والے کہتے ہیں کہ یہ درست ریڈنگ نہیں لیتا۔ حالانکہ اس میں سچائی نہیں اور شاید وہ مہنگے سینرز خریدنا چاہتے ہیں۔

پاکستان کی موسمیاتی تبدیلی کی پالیسی میں بھی فضائی آلودگی کو ملک کیلئے خطرہ قرار دیا گیا ہے جس کے مطابق زراعت، ٹرانسپورٹ اور صنعت سے بڑھتی ہوئی فضائی آلودگی کے نتیجے میں نہ صرف ایوی ایشن کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے بلکہ یہ انسانی صحت پر بھی اثر انداز ہو رہا ہے، جو مختلف بیماریوں کی وجہ سے اپنی جان گنوا دیتے ہیں۔

جامعہ کراچی میں ماحولیات کے ریٹائرڈ پروفیسر ڈاکٹر ظفر اقبال شمس نے اپنی ایک تحقیق کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ عالمی ادارہ برائے صحت نے سال 2021 میں جنوب مشرقی ایشیا اور مغربی اوقیانوس کے ممالک کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ پاکستان میں ہر سال تقریباً 22 ہزار بالغ افراد فضائی آلودگی کی وجہ سے قبل از وقت موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں جس کی مرکزی وجہ بیرونی آلودہ فضا ہے۔ ان اموات کی وجہ پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر ظفر اقبال نے بتایا کہ گاڑیوں اور فیکٹریوں میں استعمال ہونے والے تیل میں سلفر کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، اگر ہماری فیکٹریاں اور آئل ریفائنریز زیرو سلفر فیول استعمال کرنا شروع کردیں تو امیشن کنٹرول ڈیوائس (آلودگی کے

فیول بنانے کیلئے ہمیں اپنا سارا نظام تبدیل کرنا ہوگا اور نئی مشینری لانی ہوگی۔

صحافی عافیہ سلام کا کہنا تھا کہ اسپتالوں اور دیگر ریسرچ اداروں کو تحقیق کرنے کی ضرورت ہے کہ کس عمر کے لوگ فضائی آلودگی سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں جیسے لاہور میں زیادہ تر بچے یا پھر دمہ کے مرض میں مبتلا افراد فضائی آلودگی کا شکار بنتے ہیں۔

سیپا کے عہدیدار سے جب ماحولیاتی کیفیت سے متعلق سالانہ رپورٹ کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور اس حوالے سے ادارے کی ویب سائٹ پر بھی کوئی مواد موجود نہیں۔

فضائی آلودگی کا تجزیہ بذریعہ سیٹلائٹ 1963 میں سوئٹزرلینڈ

سے آغاز کرنے والی کمپنی آئی کیو ایئر (IQAir) دنیا بھر کے شہروں میں فضائی آلودگیوں کا پتہ لگاتی ہے اور یہ ڈیٹا ان کی ویب سائٹ پر موجود ہوتا ہے جو دنیا بھر میں قابل اعتماد سمجھا جاتا ہے۔ ماہرین ماحولیات کے مطابق کاربن مونو آکسائیڈ،

آئی کیو ایئر کی ویب سائٹ پر فضائی آلودگی کے کچھ پیمانے درج ہیں جس کے مطابق اگر فضا میں ان کی مقدار 0 سے 50 ہے تو وہ جگہ صاف ستھری یعنی عمدہ ہے۔ 51 سے 100 (درمیانی)، 101 سے 150 (حساس جانداروں کیلئے غیر صحت مند)، 151-200 (غیر صحت مند)، 201 سے 300 (زیادہ غیر صحت مند) اور 301 سے

ایک بار چلا یا تھا لیکن جب وائر کمیشن ختم ہوا تو وہ بھی دوبارہ کبھی نہیں چلا۔

ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر ظفر فاطمی نے کہا کہ سیپا کو ایئر کوالٹی مانیٹرنگ کرنی چاہیے یا کروانی چاہیے لیکن وہ ایسا نہیں کرتے جب کہ انہیں جاپان کی جانب سے ایک ٹیکنالوجی دی گئی تھی لیکن اس کی مسلسل دیکھ بھال کی ضرورت تھی جو وہ نہیں کر سکے



اور اس حوالے سے وہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ ہمارے پاس وسائل نہیں، اس کے علاوہ یہ آلات چلانے کی لاگت بھی نہیں ہے جب کہ ہمارے پاس ٹیکنیکل ٹیم بھی نہیں۔

سیپا کے ایک عہدیدار نے بتایا کہ ہمیں یہ ٹیکنالوجی ملی تھی جس کا ہم نے کچھ وقت کیلئے استعمال بھی کیا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یہ پرانی ہو گئی اور اس میں اپ گریڈیشن کی ضرورت تھی جو ہم نہیں کروا سکے، کیوں کہ ہمیں بجٹ سمیت بہت سے مسائل کا سامنا تھا۔

فضائی آلودگی کا عالمی منظر نامہ کینیڈا کی ایک ویب سائٹ سائنس ڈاٹ جی سی ڈاٹ سی اے پر 23 مارچ 2023 کو شائع ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق دنیا بھر میں تقریباً 90 لاکھ افراد ہر سال بیرونی فضائی آلودگی کی وجہ سے قبل از وقت موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں اور یہ شرح پچھلی بار کے تخمینوں سے دو گنا زیادہ ہے جس کے بعد بیرونی فضائی آلودگی عالمی سطح پر قبل از وقت موت کی سب سے بڑی وجوہات میں شامل ہو گئی ہے۔

عالمی ادارہ صحت کی ویب سائٹ پر 28 نومبر 2022 کو چھپنے والی تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ 2020 میں گھریلو فضائی آلودگی کے باعث 32

500 (نقصان دہ) ہے۔ آئی کیو ایئر کی ویب سائٹ پر موجود ڈیٹا کے مطابق 2017 سے 2022 تک آلودہ ترین شہروں کی فہرست میں لاہور سب سے پہلے نمبر پر ہے۔ یہ فہرست تمام شہروں میں پی ایم 2.5 کے ذرات کی سالانہ اوسط کی بنیاد پر بنائی گئی ہے۔

اس کے علاوہ آئی کیو ایئر کی ویب سائٹ پر پاکستان کے بڑے شہروں کا براہ راست ڈیٹا بھی موجود ہوتا ہے۔ یاسر حسین نے بتایا کہ سندھ انوائزمنٹل پروفیکشن ایجنسی کے پاس بہت مہنگا سامان ہے جو 2008 سے ان کی چھت پر لگا ہوا ہے، اس کے

علاوہ ان کے پاس موبائل گاڑیاں ہیں جو ایئر کوالٹی ریڈنگ لے سکتی تھیں لیکن اب وہ ناکارہ ہو چکی ہیں کیوں کہ ایک تو انہیں استعمال میں نہیں لیا گیا، دوسرا ان کی دیکھ بھال نہیں کی گئی۔ سپریم کورٹ کے وائر کمیشن نے ڈی جی سیپا کو برطرف کر کے



سیسہ، نائٹروجن آکسائیڈز، اوزون، پارٹیکولیٹ میٹر، سلفر ڈائی آکسائیڈ اور ہائیڈرو کاربنز فضا زیادہ آلودہ کرتے ہیں اور فضا میں ان ہی عناصر کی مقدار کو مد نظر رکھتے ہوئے آلودگی کی جانچ کی جاتی ہے۔

اخراج کو کنٹرول کرنے والے آلات کے ذریعے ہم فضا میں موجود ان گیسوں کو کنٹرول کر سکتے ہیں لیکن اس کیلئے حکومت تعاون نہیں کرتی۔ آئل ریفائنریز والوں نے حکومت سے ایک ارب ڈالر مانگے تھے کیوں کہ ان کا کہنا تھا کہ لوسلر فیکٹری سلفر

تو انہوں نے بتایا کہ وہ رپورٹ ہائی کورٹ میں جمع کروادی گئی ہے اور مجھے اس رپورٹ کا مواد یاد نہیں کہ وہ کون سی گیس تھی اور کیا معاملہ تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ کیس اب بھی عدالت میں چل رہا ہے۔

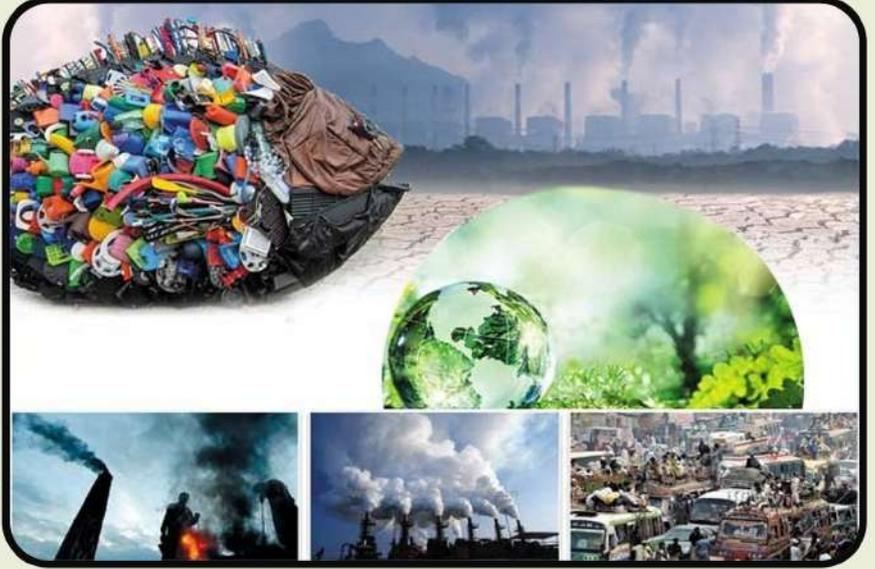
فضائی آلودگی کا حل کیا ہے؟

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فضائی آلودگی اور ان سے پیدا ہونے والی بیماریوں کو کیسے کنٹرول کیا جائے، اس کیلئے کون کر دارا د کرے گا؟ اس سوال کے جواب میں پروفیسر شمس نے بتایا کہ اس کی ساری ذمے داری حکومت پر عائد ہوتی ہے کیوں کہ حکومت کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے اور وہ قانون کے مطابق بہت سی چیزوں پر عمل کروا سکتی ہے لیکن انفسوس حکومت اس حوالے سے کوئی کام نہیں کر رہی، البتہ بطور انسان ہمیں کچھ اہم کام کرنا ہوں گے جس میں اپنی گاڑیوں کی دیکھ بھال یعنی ٹیوننگ کرنا ہوگی تاکہ شہر میں دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کی تعداد کم سے کم ہو، جگہ جگہ پکڑا پھینکنے اور اسے جلانے سے گریز کریں اور ٹریفک والے مقامات پر ماسک کا استعمال کریں۔

عافیہ سلام کا کہنا ہے کہ کراچی میں زیادہ تر کوٹو کارپس نامی درخت لگائے جا رہے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ کراچی میں بڑے پیمانے پر درخت لگانے کی ضرورت ہے لیکن اس کیلئے پہلے ہمیں ماہرین سے معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ کون سے درخت لگانے سے فضائی آلودگی کم ہوگی۔

یاسر حسین کا کہنا تھا کہ ہم نے شہر بھر میں ایک تجربہ کیا جس کے تحت ایک بائیک بنائی جس میں ایئر کوالٹی سینسر لگا ہوا تھا اور وہ جہاں بھی جاتی وہاں کا ڈیٹا بائیک میں موجود ڈیوائس میں آجاتا، اس کے ساتھ ہم نے ٹکڑو ڈیوائس رکھا، اگر فضا بالکل صاف ہے تو وہ گرین ہو جائے گی جو ہمارے ہاں مون سون سیزن میں ہوتا ہے اور اگر بہت خراب ہے، خاص طور پر زیادہ ٹریفک والے مقامات پر تو وہ جامنی ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس پریکٹس کا مقصد لوگوں کو آگاہی فراہم کرنا تھا کیوں کہ حکومت اس حوالے سے کوئی کام نہیں کر رہی اور پاکستان میں سالانہ سوال لاکھ اموات ہو رہی ہیں۔ کراچی میں فضائی آلودگی کی وجہ سے انسان کی عمر 3 سال اور لاہور میں 7 سال کم ہو جاتی ہے۔ ایسے میں عوام کو ٹریفک والے مقامات سے دور رہنا چاہیے یا پھر ماسک کا استعمال کرنا چاہیے۔

کیوں کہ ہم نے دنیا کو تباہ کرنے کیلئے کوئی کام نہیں چھوڑا، ہم نے اپنی حرکتوں سے اوزون لیول کو کم کر دیا ہے اور ہم مسلسل درخت کاٹ رہے ہیں اور ساتھ ہی پلاسٹک کا بے دریغ استعمال ہو رہا ہے۔ اگر ہم اپنی فضا کو آلودگی سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں اور اپنی آنے والی نسلیوں کو ان بیماریوں سے دور رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ



سب روکنا ہوگا۔

سانحہ کیمائز

جنوری میں کراچی کے علاقے کیمائز کے علاقے علی محمد گوٹھ میں زہریلی گیس پھیلنے سے 19 لوگ موت کے منہ میں چلے گئے تھے، جن میں 10 بچے بھی شامل تھے۔ ابتدائی تحقیقات میں یہ بات سامنے آئی کہ رہائشی علاقے میں موجود کارخانوں سے مضر صحت دھواں تعفن اور خاک اڑنے سے

جگہ رکھنا چاہیے۔ اگر یہ بنیادی تبدیلیاں نہیں ہوں گی تو خواتین ان مسائل کا شکار رہیں گی۔ اس کے علاوہ اگر بائیو گیس کا استعمال کیا جائے تو اس سے نہ صرف کچن صاف رہیں گے بلکہ آلودگی بھی نہیں ہوگی اور ساتھ ہی خواتین کی صحت بھی متاثر نہیں ہوگی۔

طبی جریدے 'نیچر کمیونٹی کیشنز' میں 29 نومبر 2022 کو شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق ماہرین نے 1998 سے 2016 تک پاکستان،

لاکھ اموات ہوئیں، جس میں 5 سال سے کم عمر بچوں کی تعداد 2 لاکھ 37 ہزار تھی۔ اس کے علاوہ بیرونی اور گھریلو فضائی آلودگی کے مشترکہ اثرات کا جائزہ لیا جائے تو اس سے قبل از وقت موت کی سالانہ شرح 67 لاکھ سے زیادہ ہے تاہم اس رپورٹ میں کسی مخصوص ملک کا نہیں بتایا گیا البتہ ایک اور رپورٹ میں عالمی ادارہ صحت نے چین اور بھارت فضائی آلودگی سے ہونے والی اموات میں سرفہرست ممالک قرار دیا ہے۔

گلوبل ایئرس آن ہیلتھ اینڈ پلوشن کی جانب سے 2019 میں ایک تحقیق کی گئی تھی جس میں فضائی آلودگی کے باعث قبل از وقت اموات میں سرفہرست 10 ممالک کی لسٹ فراہم کی تھی، جس میں بھارت پہلے، چین دوسرے اور تائیوان تیسرے نمبر پر ہے، جب کہ پاکستان کا نمبر پانچواں ہے۔

گھریلو فضائی آلودگی اس ناقص ہوا کو کہتے ہیں جو ایک بند گھر میں کمزری، کوسٹے یا ناقص چولہے جلانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس صورت میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کے علاوہ دیگر مضر گیسوں اور سیاہ کاربن کو شمار کیا جاتا ہے۔ تنگ گھروں میں بالخصوص خواتین کو مسلسل اس آلودگی کا سامنا ہوتا ہے۔ اسی بنا پر اسے ان ڈور پلوشن یا گھر کے اندر کی آلودگی کہا جاتا ہے۔ اس حوالے سے صحافی عافیہ سلام نے بتایا کہ اگر کسی گھر کا کچن کھلی فضا میں نہیں تو دھواں خواتین کی آنکھوں اور پیچھے میں جاتا ہے جس سے ان کی صحت متاثر ہوتی ہے، اس کیلئے کچھ اداروں نے ماحول دوست چولہے بنائے ہیں اور طریقے بھی بتائے ہیں کہ کچن کیسے ہونے چاہیے اور چولہا کس

اگر ہم 2023 کا ڈیٹا نکالیں تو اموات کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہوگی کیوں کہ ہم نے دنیا کو تباہ کرنے کیلئے کوئی کام نہیں چھوڑا، ہم نے اپنی حرکتوں سے اوزون لیول کو کم کر دیا ہے اور ہم مسلسل درخت کاٹ رہے ہیں اور ساتھ ہی پلاسٹک کا بے دریغ استعمال ہو رہا ہے۔ اگر ہم اپنی فضا کو آلودگی سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں اور اپنی آنے والی نسلیوں کو ان بیماریوں سے دور رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ سب روکنا ہوگا۔

ماحولیاتی آلودگی پیدا ہوتی ہے جو خطرناک اور جان لیوا ثابت ہوئی۔

کیمائز واقعے سے متعلق ڈاکٹر ظفر فاطمی نے کہا کہ اس پر میں نے خود کوئی تحقیق نہیں کی، چونکہ میں خود ایک ڈاکٹر ہوں تو جب ابتدائی رپورٹس میں یہ بتایا گیا کہ یہ اموات خسرہ پھیلنے سے ہوئی ہے تو میں نے اس سے اتفاق نہیں کیا، کیوں کہ خسرے کی وجہ سے چند دنوں میں ہی 19 اموات ہونا ممکن ہی نہیں لہذا یہ بات تو صاف تھی کہ یہ اموات فضائی آلودگی کی وجہ سے ہی ہوئیں لیکن وہ زہریلی وجہ کیا تھی اس پر گہری تحقیق کی ضرورت ہے۔

اس کیس میں میڈیکل بورڈ کی سربراہی کرنے والی پولیس سرجن ڈاکٹر سمعیہ سعید سے جب رابطہ کیا گیا

بھارت سمیت دنیا کے 137 ممالک میں بچوں کی اموات پر تحقیق کی جس کا نتیجہ انہوں نے یہ اخذ کیا کہ دنیا بھر میں سالانہ 10 لاکھ بچے ماں کے پیٹ میں یا پیدائش کے فوراً بعد انتقال کر جاتے ہیں۔

ڈان نیوز میں 7 دسمبر 2022 کو شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق ماحولیاتی تبدیلیوں کے اثرات کو کم کرنے کیلئے کام کرنے والا ایک غیر سرکاری ادارہ فیئر فنانس پاکستان کی جانب سے انکشاف کیا گیا کہ پاکستان میں فضائی آلودگی اور اس سے متعلقہ بیماریوں کے نتیجے میں ہرسال کم از کم ایک لاکھ 28 ہزار افراد کی ہلاکت ہوتی ہے۔

ڈاکٹر صبیحہ خان نے کہا کہ اگر ہم 2023 کا ڈیٹا نکالیں تو اموات کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہوگی



پاکستان میں کم سن گھریلو ملازموں پر تشدد کا مسئلہ

جائیں کہ وہ حج کی بیوی ہیں، ہم یہاں ایک ملازمہ کا فیصلہ کر رہے ہیں۔

اس موقع پر پراسیکیوٹر نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ سومیا عاصم تسلیم کر چکی ہیں کہ بچی ان کے گھر میں ملازمہ تھی۔ ان کی جسم پر موجود زخم ایک دن کا واقعہ نہیں ہیں بلکہ یہ سیریل انجریز ہیں۔

انہوں نے کہا کہ پولیس کو اطلاع والدین نے نہیں بلکہ ہسپتال انتظامیہ نے دی تھی۔

انہوں نے کہا کہ سی سی ٹی وی فوٹیج میں بچی کی حالت واضح ہے، وہ اس قدر زخمی تھیں کہ وہ بیٹھ نہیں سکتی تھیں۔ اس لیے نیچ پر لیٹ گئی۔ بچی کی والدہ، والد اور ماموں کا بیان موجود ہے اور سب سے بڑی بات بچی کا اپنا بیان ہے جو ریکارڈ کا حصہ تھا۔

ان کے وکیل نے کہا کہ بس کے ڈرائیور کا بیان بھی ریکارڈ کا حصہ ہے جس میں وہ بتا رہے ہیں کہ ایک زخمی بچی دو مردوں اور ایک خاتون کے ہمراہ بس میں سوار ہوئی تھی۔

بچی کے وکیل نے کہا کہ 'سول' حج کے گھر گذشتہ چار سال سے جو بیٹران کے بچوں کو پڑھا رہے ہیں، انہوں نے بھی بیان میں کہا ہے کہ وہ حج کے بچوں کو پڑھاتے تھے مگر ملازمہ بچی کو کبھی نہیں پڑھایا۔

انہوں نے وکیل صفائی کے دعوے کو چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ 'کیا مٹی کھانے سے ہڈیاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں؟ ہم نے زہر دینے کا تو الزام نہیں لگایا،

وکیل صفائی نے کہا کہ یہ 'کیٹرنگ' آرٹینٹ کے تحت تھا جو امریکہ میں مقیم زبیر انامی خاتون کے ساتھ کیا گیا تھا، وہ غریب بچوں کی امداد کے لیے پیسے جمعیتی تھیں جو اس بچی کی والدہ کو دے دیے جاتے۔

تاہم حج کے استفسار پر وہ ایسے کسی بھی معاہدے کے شواہد پیش نہیں کر سکے۔ وکیل نے کہا کہ ان کے پاس کوئی دستاویزات نہیں ہیں مگر یہ 'فلاحی کام' کا مثالی کیس ہے۔

وکیل صفائی نے کہا کہ 'بچی کو گھر لے جانے کے بعد ان کے اہلخانہ نے حج کو فون کیا اور انہیں بلیک میل کرنے کی کوشش کی۔ جس کے بعد ان کے پیسے اکاؤنٹ میں پہلے پچاس ہزار اور پھر ساٹھ ہزار روپے منتقل کیے گئے۔ اس پر حج نے برہمی کا اظہار کیا۔

حج شائستہ کنڈی نے سوال کیا کہ یہ رقم کیوں دی گئی؟ جب آپ نے کچھ غلط کیا ہی نہیں تو پھر یہ رقم کیوں کم سن ملازمہ کے والدین کو بھیجی گئی؟ جس پر وکیل نے کہا کہ 'ایسا بچی کے علاج میں معاونت کے لیے کیا گیا تھا۔

حج نے وکیل صفائی سے متعدد بار شواہد مانگے جو وہ پیش نہ کر سکے۔ اس پر حج نے متعدد بار انہیں کہا کہ 'شواہد کے بغیر بات نہ کریں۔

وکیل صفائی نے کہا کہ 'سومیا عاصم ایک حج کی اہلیہ ہیں، جس پر حج نے انہیں ٹوٹے ہوئے کہا کہ 'بھول

انہوں نے عدالت کو بتایا کہ ان کی بیٹی اگلی نشست پر بیٹھی تھی اور وہ ان کے زخم نہیں دیکھ سکیں۔ میں نے اپنی بیٹی سے پوچھا کہ تم کام کیوں نہیں کرتی ہو، مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ان کا کہنا تھا کہ جب انہوں نے بچی کی حالت دیکھی تو وہ بہت گھبرا گئی تھیں۔ انہوں نے عدالت کو بتایا کہ میں بہت ڈر گئی تھی، آپ دیکھیں ڈرائیور بھی گاڑی سے نکلا اور دھمکی دی کہ ہم بڑے لوگ ہیں، چپ کر کے چلی جاؤ۔

سماعت کے دوران حج شائستہ کنڈی نے کہا کہ 'بچ ریکارڈ پر لایا جائے گا اور سب کے ساتھ انصاف ہوگا۔

وکیل صفائی نے کہا کہ بچی مٹی کھانے کی عادی تھی۔ 'ملازمہ نے مٹی میں کھاد ملائی جسے بچی نے کھالیا اور انہیں الرجی ہو گئی اور دانے نکلائے۔ مگر اس کے بارے میں تاثر دیا گیا کہ بچی کو زہر دیا گیا ہے۔

وکیل صفائی نے دعویٰ کیا کہ مذکورہ بچی کو 'کیٹرنگ' آرٹینٹ کے تحت گھر لایا گیا۔ وہ ملازمہ نہیں تھیں بلکہ انہیں اس لیے لایا گیا کہ ان کو تعلیم دی جاسکے۔

بچی کو قاری اور ٹیوٹر سے تعلیم دلوانے کے لیے سومیا عاصم لائی تھیں۔

اس پر حج نے کہا کہ 'وہ کم سن بچی کی والدہ کو دس ہزار روپے دے رہی تھیں، اگر وہ ملازمہ نہیں تھیں تو یہ رقم کیوں دی جا رہی تھی؟

اسلام آباد کی ایک مقامی عدالت نے کم سن گھریلو ملازمہ پر تشدد کے کیس میں مرکزی ملازمہ سومیا عاصم کی درخواست ضمانت بعد از گرفتاری مسترد کر دی ہے۔

کیس کی سماعت وفاقی دارالحکومت میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹس کی جج شائستہ کنڈی نے کی۔ سماعت کے دوران ایک موقع پر حج نے کہا کہ 'بھول جائیں کہ سومیا عاصم حج کی اہلیہ ہیں، ہم یہاں ایک ملازمہ کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ حج نے مزید کہا کہ 'عدالت انصاف کرے گی۔

دوران سماعت وکیل صفائی نے سی سی ٹی وی ویڈیو دکھاتے ہوئے کہا کہ 'بچی کی والدہ تقریباً دو سے ڈھائی گھنٹے وہیں موجود رہیں۔ اس دوران وہ گاڑی میں بھی بیٹھیں اور بچی کی حالت ٹھیک نظر آ رہی ہے۔

وکیل نے کہا کہ 'ویڈیو کے مطابق بچی کو صحیح حالت میں والدہ کے حوالے کیا گیا۔ بچی بس اڈے پر بیٹھتی ہے اور ایک محترمہ فرد کی طرح لیٹ بھی جاتی ہے۔

عدالت میں کم سن ملازمہ کی والدہ بھی موجود تھیں جنہوں نے عدالت کو بتایا کہ وہ حج کی اہلیہ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھیں جس دوران انہوں (اہلیہ) نے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ ان کی بیٹی گھر کا کام نہیں کرتی ہیں اور اسے واپس لے جاؤ۔

ہیں جس پر جج شائستہ کنڈی نے انہیں 10 منٹ کی اجازت دے دی۔

کچھ دیر بعد عدالت نے فیصلہ سنا دیا ہے۔ ملزمہ کے جسمانی ریمانڈ کی استدعا مسترد کرتے ہوئے انہیں جوڈیشل ریمانڈ پر جنیل بھیجنے کے احکامات جاری کیے۔ عدالت نے انہیں دوبارہ 22 اگست کو پیش کرنے کی ہدایت کر دی ہے۔

دوسری جانب ملزمہ کے وکیل کا کہنا ہے کہ عدالت کی طرف سے ملزمہ کو جوڈیشل ریمانڈ پر بھیجے جانے کے بعد اب وہ ان کی ضمانت کی درخواست دائر کریں گے۔

یاد رہے کہ پیر کے روز اسلام آباد کی ایک مقامی عدالت نے کمن گھر بلو ملازمہ پر تشدد کے کیس میں مرکزی ملزمہ کی ضمانت میں توسیع کی استدعا مسترد کرتے ہوئے انہیں گرفتار کرنے کے احکامات جاری کیے تھے۔

پیر کے روز اس کیس کی سماعت ڈسٹرکٹ اینڈ سیشنز جج فرید بلوچ کی عدالت میں ہوئی تھی جہاں ملزمہ کے وکیل نے ضمانت میں توسیع کی درخواست کی تھی۔ یاد رہے کہ اس کیس میں مرکزی ملزمہ آٹھ

اگست تک ضمانت پر تھیں۔ دو اگست کو ان کی ضمانت میں توسیع کرتے ہوئے عدالت نے انہیں شامل تفتیش ہونے کی ہدایات جاری کی تھیں اور 8 اگست کو انہیں دوبارہ عدالت میں پیش ہونے کا حکم دیا تھا۔ ضمانت کی منسوخی کے بعد اسلام آباد پولیس نے ملزمہ کو کمرہ عدالت کے باہر سے گرفتار کر لیا تھا۔ گرفتار کیے جانے کے بعد انہیں وین پولیس سٹیشن میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

گذشتہ سماعت پر ملزمہ کے وکیل نے عدالت کو بتایا کہ ملزمہ اس سلسلے میں بننے والی جی آئی ٹی کے سامنے پیش ہوئیں اور اپنی بے گناہی کا اظہار کیا جبکہ ریکارڈ میں بھی پولیس نے لکھا کہ ملزمہ نے تشدد نہیں کیا۔

وکیل کا کہنا تھا کہ جب بچی والدین کے حوالے کی گئی تو وہ ٹھیک ٹھاک تھی۔

ملزمہ کے وکیل نے دلائل میں کہا کہ بچی کے والدین کو بار بار واپس بھیجنے کو کہا گیا تھا مگر وہ لے جانے سے انکاری رہے۔

ملزمہ کے وکیل نے استدعا کیا کہ کیا اس کیس کے تفتیشی افسر نے ویڈیو حاصل کی، بس سٹاپ پر بچی کی تین گھنٹے کی ویڈیو موجود ہے؟

ملزمہ کے وکیل کی استدعا پر عدالت نے تفتیشی افسر کو ویڈیو حاصل کرنے کی ہدایت کر دی اور کہا کہ

ہے۔ ان تفصیلات سے عدالت کو آگاہ کرتے ہوئے ملزمہ کمرہ عدالت میں ہی رو پڑیں۔

اس پر عدالت نے پولیس کے نمائندہ سے استفسار کیا کہ کیا واقعی ان کی رویہ ایسا ہی تھا جیسا ملزمہ بیان کر رہی ہیں؟ اس پر پولیس نے تردید کی۔

عدالت نے ملزمہ سے استفسار کیا کہ کیا آپ وویمن تھانے میں تھیں؟ جس پر انہوں نے بتایا کہ مجھے کل ایک گھر میں لے کر گئے، وہاں سے چیزیں اکٹھی کی ہیں۔

اس دوران استغاثہ کے وکیل نے آگاہ کیا کہ زیادہ تر شاہد اکٹھے ہو چکے ہیں۔

جج شائستہ کنڈی نے ریمارکس دیے کہ عدالت قانون کے مطابق کسی خاتون سے غروب آفتاب کے بعد تفتیش نہیں کی جاسکتی اور یہ تفتیش بھی خاتون لیڈی اپکار کی موجودگی میں کی جاسکتی ہے۔

اس موقع پر استغاثہ نے عدالت سے قانون کے مطابق ریمانڈ سے متعلق فیصلہ کرنے کی استدعا کی۔



اس پر جج نے ریمارکس دیے کہ 324 قتل کی کوشش کرنے پر لگتی ہے جبکہ جسمانی ریمانڈ صرف دو نوعیت کے کیسز، قتل کرنے اور ڈکیتی جیسے جرم، میں ملتا ہے۔ جج شائستہ کنڈی نے مزید کہا کہ وہ 'میڈیا ہاپس' کی بنیاد پر ملزمہ کا ریمانڈ نہیں دے سکتیں۔

اس پر استغاثہ کے وکیل نے کہا کہ تفتیشی افسران کو ابھی ویڈیوز کا جائزہ لینا ہے اور بچی کو جوتس خواہ بطور ملازمہ دی گئی ہے اس کی رسیدیں برآمد کروانی

مقدمے میں زبردستی نہیں ہے۔ بچی کے ٹیسٹ کی رپورٹس میں یہ کہا گیا ہے۔

انہوں نے کہا سومیا عاصم کے خلاف ناقابل ضمانت دفعات کے تحت مقدمہ درج ہے، اس لیے ان کی درخواست مسترد کی جائے۔

فیصلے کے بعد جج اور وکیل صفائی قاضی دیگر میں تلخ کلامی بھی ہوئی۔ عدالت نے انہیں کہا کہ آپ کا بات کرنے کا رویہ (طریقہ) ٹھیک نہیں ہے، آپ میڈیا کے لیے خبر نہ بنائیں۔

محضر فیصلہ سنانے کے بعد صابہ اپنے چیئرمین چلی گئیں۔

اس سے پہلے سات اگست جو اسلام آباد کی مقامی عدالت نے کمن گھر بلو ملازمہ پر تشدد کے کیس میں مرکزی ملزمہ کے جسمانی ریمانڈ کی استدعا مسترد کرتے ہوئے انہیں جوڈیشل ریمانڈ پر جنیل بھیجنے کے احکامات جاری کیے تھے۔

اس کیس کی سماعت مقامی عدالت کی جج شائستہ کنڈی نے کی۔ دوران سماعت پولیس نے ملزمہ کے جسمانی ریمانڈ کی استدعا کرتے ہوئے کہا تھا کہ انہیں

مزید تفتیش کی غرض سے ملزمہ کی کھڑی مطلوب ہے کیونکہ ملزمہ سے چند ویڈیوز اور بچی کو دی گئی تنخواہ کی رسیدیں برآمد کروانی ہیں۔

اس پر جج شائستہ کنڈی نے استفسار کیا کہ خاتون کے جسمانی ریمانڈ سے متعلق پاکستان کا قانون کیا کہتا ہے؟ اس پر پولیس کے نمائندہ نے جواب دیا کہ خاتون کا جسمانی ریمانڈ اس وقت ہوتا ہے جب وہ قتل یا پھر ڈکیتی کی کسی کارروائی میں ملوث ہو۔ عدالت کو بتایا گیا کہ اس کیس میں اقدام قتل کی دفعہ 324 لگی ہوئی ہے۔



اس پر عدالت نے ریمارکس دیے کہ دیکھا جائے تو ملزمہ کی حد تک تفتیش مکمل ہو چکی ہے اور استغاثہ کے وکیل کے بیان کے بعد اب جسمانی ریمانڈ کی ضرورت نہیں رہی۔

اس دوران ملزمہ ایک مرتبہ پھر روسٹرم پر آئیں اور کہا کہ ان کا اتنا برا میڈیا ٹرائل کیا جا رہا کہ ان کا دل کرتا ہے کہ وہ خودکشی کر لیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ ان کا اس کیس میں ایسا کوئی کردار نہیں جیسا میڈیا میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ملزمہ نے عدالت سے یہ استدعا بھی کی کہ وہ اپنی فیملی سے ملنا چاہتیں

ہیں، جس کے لیے جسمانی ریمانڈ ضروری ہے۔ تاہم جج نے ریمارکس دیے کہ آپ ویڈیوز تو ملزمہ کے بغیر ہی برآمد کر سکتے ہیں۔

اس موقع پر ملزمہ نے جج کو آگاہ کیا کہ وہ پولیس سے ہر طرح کا تعاون کر رہی ہیں۔ انہوں نے جج کو بتایا کہ وہ تین بچوں کی ماں ہیں جبکہ انہوں اس کیس میں بننے والی جی آئی ٹی میں تفتیش کے نام پر رات ساڑھے گیارہ بجے تک بٹھایا گیا۔

انہوں نے عدالت کے روبرو الزام عائد کیا کہ انہیں تفتیش کے نام پر ذہنی تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا

تفتیشی افسر کا کام دونوں سائیز سے ثبوت حاصل کرنا ہے۔

دوران سماعت کمرہ عدالت میں ویڈیو بھی دکھائی گئی جس کے بعد وکیل صفائی نے کہا کہ ویڈیو میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ملازمہ گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہے اور گاڑی کی بیک سیٹ پر ملازمہ اور ملازمہ کی والدہ بیٹھی ہیں۔ گاڑی میں بیٹھی ملازمہ پر اس کی والدہ نے تشدد کیا اور تین چار کے بھی مارے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ بچی پر کوئی تشدد نہیں کیا گیا۔ متاثرہ بچی لاہور جنرل ہسپتال میں زیر علاج ہے۔

ملازمہ کے وکیل کے مطابق ان کی موکلہ پر چھوٹا الزام لگایا گیا اور عدالت سے پہلے ہی ان کا میڈیا ٹرائل بھی کیا گیا۔ وکیل صفائی نے کہا کہ جو کہانی بنائی گئی وہ جھوٹی ثابت ہو رہی ہے، انھوں نے دعویٰ کیا کہ بچی کی جلد پر الرجی تھی جس کی دوا لینے کی فارمیسی سلیپ بھی موجود ہے۔

وکیل صفائی کے دلائل مکمل ہو چکے بعد مدعی وکیل نے ملازمہ کی ضمانت خارج کرنے کی استدعا کرتے ہوئے کہا کہ کیا عورت کو بھی جرم کر لے تو اس کو ضمانت دے دی جائے؟ انھوں نے کہا کہ اس طرح تو جرائم پیشہ لوگ پھر ایسے ہی کریں گے، خواتین سے جرم کروا کے اس قانون کا سہارا لیں گے۔

مدعی وکیل نے دلائل میں کہا کہ بچی کے والدین پر الزام لگایا گیا کہ جج کی اہلیہ کو بلیک میل کر رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ بچی کے والدین سے رابطہ کیا گیا اور پیسوں کی آفر کی گئی۔ انھوں نے کہا کہ ایک بار نہیں، بچی پر کئی بار تشدد کیا گیا۔ ڈکمن بچی کی عمر 13 سے 14 سال ہے، سول جج اور ان کی اہلیہ کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ کس ملازمہ رکھنا جرم ہے۔

پراسیکیوٹر وقاص احمد نے دلائل میں کہا کہ قانون کے مطابق اگر دلائل پختہ دیے جاتے ہیں تو عورت کو ضمانت نہیں ملتی۔ طبی رپورٹ کے مطابق بچی کو 14 زخم آئے ہیں۔ بچی کی کھوپڑی کی دائیں،

بچوں پر تشدد کے حوالے سے پاکستان کے قوانین کیا کہتے ہیں؟

خیال رہے کہ اس معاملے میں ایف آئی آر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 506 اور 342 کے تحت درج کی گئی ہے۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 342 حصے بے جا میں رکھنے کے حوالے سے ہے جس کی سزا ایک سال تک قید اور تین ہزار روپے جرمانہ ہے جبکہ دفعہ 506 کے تحت جان سے مارنے کی دھمکی دینے کے حوالے سے ہے جس میں دو سال تک قید اور جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے۔ آئیے پہلے تعزیرات پاکستان میں موجود قوانین کا ذکر کر لیتے ہیں۔

ماضی میں کس بچوں کے تحفظ کے حوالے سے قوانین بنانے میں معاونت کرنے والے وکیل شرافت علی نے بی بی سی کے محمد صہیب سے بات کرتے ہوئے کہا کہ اس حوالے سے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 328 (اے) موجود ہے جس کے تحت طیبہ تشدد کیس میں جج اور ان کی اہلیہ کو سزا دی گئی تھی۔ اس قانون کے تحت بچوں کے ساتھ تشدد، برا سلوک، ان کے بنیادی حقوق نظر انداز کرنے یا انھیں جسمانی یا ذہنی طور پر نقصان پہنچانے کی صورت کم سے کم ایک سال جبکہ زیادہ سے تین سال تک قید کی سزا دی جا سکتی ہے جبکہ اس ضمن میں بچپن سے پچاس ہزار جرمانہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ وکیل شرافت علی کا کہنا ہے کہ اسی طرح تعزیرات پاکستان کی دفعہ 336 اور بی اور 337 اس وقت لگائی جاتی ہے جب متاثرہ شخص کا میڈیکل کر لیا جاتا ہے۔ ان کے مطابق سیکشن 336 اے میں بچوں کو کسی ایسی چیز سے ضرر پہنچانے جیسے اقدام سے نقصان پہنچانا شامل ہوتا ہے جس سے ان کے جسم کے کسی عضو کو نقصان پہنچایا جائے۔ تعزیرات پاکستان کے سیکشن 336 اے میں ایسے مواد کی فہرست موجود ہے جس کے ذریعے کسی بچے کے جسم کے عضو کو نقصان پہنچا کر اس کی ہیبت بدل دی جائے۔

اسی طرح سیکشن 336 بی کے مطابق ایسی صورت میں ملازمہ کو عمر قید کی سزا ہو سکتی ہے یا ایسی سزا جو 14 سال سے کم نہ ہو اور اس ضمن میں جرمانہ 10 لاکھ ہو۔ انھوں نے بتایا تعزیرات پاکستان کی دفعہ 337 میں بہت تفصیل سے درج ہے کہ کس قسم کے تشدد پر کتنی سزا دی جاتی ہے اور یہ بھی میڈیکل رپورٹ سامنے آنے کے بعد شامل کی جا سکتی ہے۔ اس بارے میں متاثرہ شخص کے سر پر لگنے والے زخموں کے حوالے سے خصوصاً سخت سزا کا ذکر ہے۔

مقدمے کے مطابق بچی نے یہ بھی بتایا ہے کہ انھیں سول جج کے گھر ملازمت کے بعد سے زیادہ تر عرصہ ایک کمرے میں بند کر کے رکھا گیا تھا۔ والد کے مطابق ملازمت پر جانے کے بعد ان کا کئی ماہ تک اس سے رابطہ بذر یعنی فون ہوتا تھا تاہم چند روز قبل جب وہ بچی سے ملنے جج کے گھر پہنچے تو انھیں ایک کمرے سے اس کے رونے کی آواز آئی۔

ایف آئی آر میں بچی کے جسم پر موجود زخموں کی تفصیلات بھی درج ہیں۔ بچی کے سر پر جگہ جگہ زخم تھے جن میں چھوٹے کیڑے پڑ چکے تھے۔ ان کا بازو، دونوں ناکھیں اور ایک دانت بھی ٹوٹا ہوا تھا۔ ایف آئی آر کے متن کے مطابق بچی کے جسم کے دیگر حصوں پر زخموں کے علاوہ ان کے گلے پر بھی نشانات چھپے کسی نے گلا گھونٹنے کی کوشش کی ہو۔

سرگودھا کے ڈسٹرکٹ پولیس افسر (ڈی پی او) فیصل کامران نے بتایا تھا کہ ابتدائی میڈیکل رپورٹ کے مطابق بچی کے سر سمیت جسم کے 15 مقامات پر زخموں کے نشانات ہیں۔ بچی کے سر پر متعدد جگہ گہرے زخم ہیں اور بروقت علاج نہ ہونے کے باعث یہ زخم خراب ہو چکے ہیں اور ان میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔

میڈیکل رپورٹ کے مطابق 15 ظاہری چوٹیوں کے علاوہ بچی کے اندرونی اعضا بھی متاثر ہیں۔

کوئیگ کی اہلیہ ہیں مگر جہاں انصاف کی بات ہوگی تو میں نے انصاف کرنا ہے۔ اس کیس کی ایف آئی آر متاثرہ بچی کے والد کی مددیت میں درج کروائی گئی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ متاثرہ بچی اسلام آباد میں تعینات ایک سول جج

پائیں اور پچھلے حصے میں انجری ہے جبکہ بچی کی آنکھوں، گال، ہونٹوں اور کمر پر بھی انجریاں ہیں۔ اس موقع پر بچی کی والدہ کمرہ عدالت میں آبدیدہ ہو گئیں۔ دلائل کے اختتام پر پراسیکیوٹر وقاص حمل نے ملازمہ



کے گھر میں گذشتہ چھ ماہ سے بطور گھریلو ملازمہ کام کر رہی تھیں۔ ایف آئی آر کے متن کے مطابق بچی کی والدہ کی جانب سے مذکورہ سول جج کی اہلیہ پر الزام عائد کیا گیا ہے کہ وہ (جج کی اہلیہ) روزانہ اس پر ڈنڈوں اور چوٹیوں سے تشدد کرتی تھیں اور کمرے میں بھوکا پیاسا پھینک دیتی تھیں۔

کی گرفتاری کی استدعا کی جسے عدالت نے منظور کرتے ہوئے پولیس کو انھیں حراست میں لینے کا فیصلہ جاری کر دیا۔ جج فرخ فرید بلوچ نے حکم سننے کے بعد ملازمہ کو کمرہ عدالت سے باہر لے جانے کی ہدایت کی اور کہا کہ میرے لیے بھی مشکل ہے کیونکہ میرے



ہزارہ ایکسپریس ٹرین حادثہ جب میتوں کو ایسبولینس میں ڈالنا تو ان کے اعضاء گر رہے تھے

تھیں، جس کے بعد وہ پی ایم سی نوابشاہ گئے جہاں پولیس لواحقین کو سرد خانے میں جانے کی اجازت نہیں دے رہی تھی، اسی دوران وہاں کشیدگی بھی ہوئی۔ انھوں نے بتایا کہ 'لاشیں شناخت کے قابل نہیں تھیں، بچے رحیم کو چوٹیں نہیں لگیں تھیں اس لیے اسے پہچان لیا جبکہ خواتین کو کپڑوں اور ہاتھوں میں پھنپھنے گئے زیورات کی مدد سے شناخت کیا گیا۔ پیار علی کے مطابق 'یہ بڑا مشکل مرحلہ ہوتا ہے لیکن حوصلہ کرنا پڑتا ہے۔'

وہ کہتے ہیں کہ دو سالہ بچی کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے تھے، 15 سالہ حسینہ کے بھی جسم کے ٹکڑے تھے، ہسپتال انتظامیہ نے ان کی میت کو کسی تابوت میں نہیں ڈالا تھا، جب سرد خانے سے ایسبولینس میں ڈالنا تو میتوں کے جسمانی اعضاء گر رہے تھے۔ ان کے مطابق ایسبولینس سروس بھی سفارش کے ذریعہ مل رہی تھی۔ وہ اپنے عزیزوں کی تین لاشیں ایک ایسبولینس میں لائے باقی دو بعد میں دوسری ایسبولینسز میں لے کر آئے جس کا کرایہ خود ادا کیا گیا۔

ہلاک ہونے والوں میں سعیدہ علی اور ان کی سمدھن بھی شامل تھیں جو نوابشاہ جاری تھیں۔ سعیدہ کے بیٹے عمران کے دوست محمد کاشف نے بتایا کہ انھوں نے اپنی مدد آپ کے تحت جائے حادثہ پر عمران کی

حکومت کی جانب سے جاری کی گئی فہرست میں اس خاندان کے تین افراد کے نام تحریر تھے جبکہ ان کے رحیم نامی نواسے کو لڑکی بتایا گیا تھا جبکہ عبدالغفار کے پاس پانچ افراد کی لاشیں وصول کرنے کی رسیدیں موجود تھیں۔

عبدالغفار طبی عملے کی نااہلی کی شکایت کرتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے نواسے رحیم کی سانسیں چل رہی تھیں جسم پر کسی چوٹ کا نشان بھی نہیں تھا اس کا علاج درست نہیں کیا گیا اور اسی لاپرواہی



میں بچے کی موت واقع ہوئی ہے۔ 'لاشیں ناقابل شناخت تھیں' عبدالغفار کے بھانجے پیار علی بزدار کہتے ہیں کہ حادثے کی اطلاع ملتے ہی وہ جائے وقوع سر ہاڑی پہنچے تھے لیکن وہاں ان کے عزیزوں کی لاشیں نہیں

ٹنڈو آدم کی محمدی کالونی میں عبدالغفار بزدار سے اہل علاقہ تعزیرت کے لیے آرہے ہیں۔ انھیں شکوہ ہے کہ انتظامیہ یا حکومتی نمائندوں میں سے کوئی بھی ان کے پاس دوسری کے لیے نہیں آیا۔

میری فیملی کے پانچ افراد تھے میری بیوی، ایک بہو، 15 سالہ بیٹی اور دو نواسے۔ ہمارے گھر کے پانچ افراد چلے گئے، پورا گھر تباہ ہو گیا، ہمارے پانچ افراد کے لیے کفن دفن کے لیے پیسے کہاں سے آئیں گے؟ حکومت وقت نے نہ یہ سوچا اور نہ ہی

کوئی تعاون کیا، پڑوسیوں کے تعاون سے ہم نے رات دو بجے بچوں کو دفنایا۔ محمدی کالونی کے لوگوں نے ٹرین حادثے میں ہلاک ہونے والے افراد کی تدفین کے لیے اپنی مدد آپ کے تحت قبریں کھود کر تیار کیں۔

رات دو بجے بچوں کو دفنایا۔ محمدی کالونی کے لوگوں نے ٹرین حادثے میں ہلاک ہونے والے افراد کی تدفین کے لیے اپنی مدد آپ کے تحت قبریں کھود کر تیار کیں۔

ریاض سہیل

عبدالغفار بزدار کے اہلخانہ صوبہ سندھ کے شہر روہڑی سے لاڑکانہ اپنے رشتے داروں سے ملنے اور گھومنے پھرنے گئے تھے لیکن ان کی واپسی پولیسوں میں لپٹی لاشوں کی صورت میں ہوئی ہے۔ عبدالغفار ٹنڈو آدم کے رہائشی ہیں اور ہزارہ ایکسپریس ٹرین حادثے میں ان کے گھر کے پانچ افراد ہلاک ہوئے ہیں۔

سندھ کے ضلع ساٹکھڑ کے علاقے سر ہاڑی کے قریب اتوار کی دوپہر کو ہزارہ ایکسپریس کی دس بوگیاں پٹری سے اتر گئی تھیں جس کے نتیجے میں 30 سے زائد افراد ہلاک جبکہ 60 زخمی ہو گئے تھے۔

پاکستان ریلوے کی انتظامیہ نے ابتدائی تحقیقات کے بعد ٹرین کے حادثے کی وجہ خراب ٹریک اور فٹ پلیٹس کی عدم موجودگی کو قرار دیا تھا اور پیر کو حکام نے تین افسران سمیت چھ ملازمین کو معطل بھی کر دیا ہے۔

اس حادثے میں ہلاک ہونے والوں کی اکثریت کا تعلق سندھ کے ضلع ساٹکھڑ سے تھا صرف ٹنڈو آدم شہر اور آس پاس کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے 11 افراد اس حادثے میں ہلاک ہوئے جن میں سے پیشتر کی تدفین کر دی گئی ہے۔

رات دو بجے بچوں کو دفنایا

مقامی افراد نے امدادی سرگرمیاں شروع کر کے انسانیت کی اعلیٰ مثال قائم کر دی

حادثے کا شکار ٹرین کی بوگیاں پٹری سے اترنے کی آوازیں سنتے ہی مقامی افراد کسی امداد کا انتظار کرنے کے بجائے فوری طور پر حادثے کا شکار ہونے والے مسافروں کی مدد کیلئے پہنچ گئے۔

مقامی افراد نے ٹرین حادثے میں زخمیوں اور جاں بحق ہونے والے افراد کی میتوں کو اپنی مدد آپ کے تحت اٹھی ہوئی بوگیوں سے نکالنے کے بعد گلہ گاڑیوں، رکشوں، ریزروں اور ٹریلوں پر ڈال کر اسپتال پہنچایا۔

جائے حادثہ پر جاری امدادی سرگرمیوں میں بھی عسکری اور سول اداروں کے ساتھ ساتھ مقامی افراد نے بھی بڑھ چڑھ کر براہِ حصہ ڈالا ہے۔

یاد رہے کہ نوابشاہ کے قریب کراچی سے حویلیاں جانے والی ہزارہ ایکسپریس کی کئی بوگیاں پٹری سے اتر گئیں تھیں جس کے نتیجے میں کم از کم 30 جاں بحق جبکہ 80 سے زائد افراد زخمی ہو گئے۔



والدہ اور ساس کو تلاش کیا اور ہسپتال منتقل کیا۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ سول ہسپتال انتظامیہ کی جانب سے کوئی تعاون نہیں کیا جا رہا تھا، پولیس بدتمیزی کر رہی تھی، ہم نے کہا کہ ہم خود انہیں ڈھونڈ کر لائے ہیں لہذا لاشیں ہمارے حوالے کی جائیں لیکن کوئی سٹنہ کو تیار نہیں تھا۔

سرہاڑی نوابشاہ سے 20 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جہاں بڑی ٹرینیں نہیں رکتیں۔ حادثے کے بعد مساجد سے اعلانات کیے گئے کہ لوگ مدد کے لیے پہنچ جائیں۔

سولیم بھنگو اور قریب ہی رہتے ہیں انہوں نے آٹھ زخمی مسافروں اور ہلاک ہونے والوں کو ٹرین کی بوگیوں سے نکالا۔

وہ بتاتے ہیں کہ جب وہ جائے حادثہ پہنچے تو کچھ لاشیں ٹرین کی بوگیوں کی کھڑکیوں میں چھنسی ہوئی تھیں، کچھ ایسی بھی تھیں جنہیں کرین کی مدد سے بوگیوں کو سیدھا کر کے نکالا گیا۔ ان کا کہنا ہے کہ زخمیوں میں بھی کسی کی ٹانگیں تو کسی کے بازو ٹوٹے ہوئے تھے۔

سولیم بھنگو اور کے مطابق جائے حادثہ پر ایبولینسز تانیر سے پہنچی تھیں اس سے قبل زخمیوں اور لاشیوں

کھانے پینے کی اشیاء اور پانی تقسیم کر رہے تھے۔ جبکہ زخمیوں کی بڑی تعداد کے باعث نوابشاہ کے نوجوان خون کے عطیات دینے بھی پہنچے تھے۔

سرہاڑی ہسپتال میں سہولیات کے فقدان کی وجہ سے زخمی مسافروں کو نوابشاہ پی ایم سی ہسپتال لایا گیا تھا۔ 60 سے زائد زخمیوں میں سے اس وقت 20 کے قریب زخمی وہاں موجود ہیں۔

ان زخمیوں میں ایسے بچے بھی ہیں جن کی مائیں اس ٹرین حادثے میں ہلاک ہو گئی ہیں۔

داؤد کے رہائشی محمد کاشف بیڈ پر اپنی پانچ سالہ بیٹی کے ساتھ موجود تھے جس کو سر پر چوٹیں آئی تھیں جبکہ دوسرے بیڈ پر ان کا زخمی بیٹا سویا ہوا تھا۔

محمد کاشف کی اہلیہ نائلہ اپنے چھوٹی بہن سے ملنے نڈو آدم گئیں تھیں وہ داؤد واپس جانے کے لیے نوابشاہ آ رہی تھیں۔ وہ خود اس حادثے میں ہلاک ہو گئی ہیں جبکہ ان کے بچے زخمی ہیں۔

کاشف نے بتایا کہ ان کی بیوی فون نہ کرنے کی وجہ سے ان سے ناراض تھی اور انہوں نے کہا تھا کہ وہ بس سے واپس آ رہی ہیں۔ ان کا ہم زلف انھیں نڈو آدم سٹیشن سے ٹرین پر سوار کروا کر گئے تھے۔ فتح خانوں نڈو آدم سے نوابشاہ محرم کے نیاز میں

شرکت کے لیے آ رہی تھیں، وہ اس بوگی میں سوار تھیں جو سب سے زیادہ متاثر ہوئی، یہ بوگی پل سے ٹکرا کر پانی میں جا گری تھی۔ اس حادثے میں خوش قسمتی سے وہ بچ گئی لیکن انھیں متعدد فریکچر

ہوئے۔

فتح خانوں کہتی ہیں کہ گاڑی بہت تیز چل رہی تھی حادثے کے وقت ایسا تھا جیسے زلزلہ یا طوفان ہو، لوگ ایک دوسرے پر گر رہے تھے، لوگ موت کے

ٹکٹے میں آ گئے تھے۔ میں نے سوچا اب ہم زندہ نہیں بچیں گے، ایسے زلزلے سے کیسے بچ جائیں گے، اتنے میں بوگی پانی

فرین کی اپ اور ڈاکون آمد و رفت اسی پر ہو رہی ہے۔ ہماری موجودگی کے دوران ایک ٹرین وہاں سے انتہائی سست رفتار سے گزری جبکہ مسافر کھڑکیوں سے جائے حادثہ پر تباہی کے مناظر قلم بند کر رہے تھے۔

دوسری جانب ہزارہ ایکسپریس ٹرین حادثے کی

جوائنٹ سرٹیفکیٹ رپورٹ میں حادثہ کا ذمہ دار شعبہ سول اور شعبہ مکینیکل کو قرار دیا گیا ہے اور تخریب کاری کے امکان کو مسترد کیا گیا ہے۔

جوائنٹ سرٹیفکیٹ میں حادثے کی وجہ پٹری کا ٹوٹنا اور فٹ پلیٹ نہ ہونے کو قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ٹرین انجن ڈھیل اور ٹریک میں خرابی بھی حادثے کی وجوہات میں شامل ہے۔

یہ بھی انکشاف کیا گیا ہے کہ ٹریک کو آپس میں جوڑنے کے لیے فٹ پلیٹ موجود نہیں تھی۔ واضح رہے کہ یہ کوئی پہلا حادثہ نہیں تھا اس سے قبل بھی ریلوے سے لے کر کراچی تک اس ٹریک پر ٹرینوں کے ٹکرانے اور پٹریوں سے اترنے کے متعدد واقعات پیش آچکے ہیں تاہم ماضی قریب میں ان حادثوں کے ذمہ داروں کے خلاف کسی سزا کی مثال نہیں ملتی۔

بھنگو یہ بی بی

ریلوے حکام کے مطابق حادثے کے بعد سومواری اعلیٰ الصبح ایک ٹریک بحال کر دیا گیا تھا جس کے بعد

ریلوے حکام کے مطابق حادثے کے بعد سومواری اعلیٰ الصبح ایک ٹریک بحال کر دیا گیا تھا جس کے بعد

ریلوے حکام کے مطابق حادثے کے بعد سومواری اعلیٰ الصبح ایک ٹریک بحال کر دیا گیا تھا جس کے بعد



کونچھی لوڈرز، موٹر سائیکلوں پر ہسپتال منتقل کیا گیا تھا۔ سوشل میڈیا پر ایسی کئی تصاویر اور ویڈیوز شیئر کی گئیں جن میں مقامی لوگ متاثرہ مسافروں میں جوں،